﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم﴾ ﴿......اِنّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤتِیْہِ مَنْ یَّشَآء﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا﴾ (بنی اِسرائیل:۸۰)

ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد ۱۱ | جمعۃ المبارک ۲۷/اگست ۲۰۰۴ء | ۱۰/رجب ۱۴۲۵ ہجری قمری ۲۷/ظہور ۱۳۸۳ ہجری شمسی | شمارہ ۳۵

مسافر کے لئے نصیحت اور دعا

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! مَیں سفر پر جانا چاہتا ہوں آپ مجھے نصیحت کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ جب بلندی پر چڑھو تکبیر کہو۔ جب وہ آدمی واپس ہوا تو آپؐ نے دعا دی اے اللہ! اس کی دوری کو لپیٹ دے (یعنی اس کا سفر جلد طے ہو) اور اس کا سفر آسان کردے۔ (ترمذی کتاب الدعوات باب ما جاء ما یقول اذا ودع انساناً)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام﴾

سنت قدیمہ ہے کہ انبیاء کا ساتھ دینے والے کمزور اور ضعیف ہی ہوتے ہیں
اللہ تعالیٰ نے حق و حکمت کے ساتھ یہ سلسلہ قائم کیا ہے

"غرض یہ سنت قدیمہ ہے کہ انبیاء کا ساتھ دینے والے ہمیشہ کمزور اور ضعیف لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔ بڑے بڑے لوگ اس سعادت سے محروم ہی رہ جاتے ہیں۔ ان کے دلوں میں طرح طرح کے خیالات آتے ہیں اور وہ اپنے آپ کو ان باتوں سے پہلے ہی فارغ التحصیل سمجھے بیٹھے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی بڑائی اور پوشیدہ کبر اور مشیخت کی وجہ سے ایسے حلقہ میں بیٹھنا بھی ہتک اور باعث ننگ و عار جانتے ہیں جس میں غریب لوگ، مخلص، کمزور مگر خدا تعالیٰ کے پیارے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ صدہا لوگ ایسے بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں جن کے بدن پر مشکل سے لباس بھی ہوتا ہے۔ مشکل سے چادر یا پاجامہ بھی ان کو میسر آتا ہے۔ ان کی کوئی جائیداد نہیں مگر ان کے لا انتہاء اخلاص اور ارادت سے محبت اور وفا سے طبیعت میں ایک حیرانی اور تعجب پیدا ہوتا ہے جو ان سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتی رہتی ہے یا جس کے آثار اُن کے کے چہروں سے عیاں ہوتے ہیں وہ اپنے ایمان کے ایسے پکے اور یقین کے ایسے سچے اور صدق و ثبات کے ایسے مخلص اور باوفا ہوتے ہیں کہ اگر ان مال و دولت کے بندوں ان دنیوی لذات کے دلدادوں کو اس لذت کا علم ہو جائے تو اس کے بدلے میں یہ سب کچھ دینے کو تیار ہو جاویں۔ ان میں سے مثال کے طور پر ایک شخص شاہزادہ مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم ہی کے حالات کو غور سے دیکھ لو کہ کیسا صدق کا پکا اور وفا کا سچا تھا۔ جان تک سے دریغ نہیں کیا۔ جان دے دی مگر حق کو نہیں چھوڑا۔ ان کی جب مخبری کی گئی اور ان کو امیر کے روبرو پیش کیا گیا تو امیر نے ان سے یہی پوچھا کہ کیا تم نے ایسے شخص کی بیعت کی ہے؟ تو اس نے چونکہ راست باز انسان تھا صاف کہا کہ "ہاں میں نے بیعت کی ہے مگر نہ تقلیداً اندھا دھند بلکہ علیٰ وجہ البصیرۃ اس کی اتباع اختیار کی ہے۔ میں نے دنیا بھر میں اس کی مانند کوئی شخص نہیں دیکھا۔ مجھے اس سے الگ ہونے سے اس کی راہ میں جان دے دینا بہتر ہے۔"

غرض مرحوم اس بات کا ایک نمونہ چھوڑ گئے ہیں کہ ہمارے تعلق رکھنے والے کیسے صادق الایمان اور صادق الاعتقاد ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ مشکلات صرف یہی ہیں کہ لوگوں کو امور دینی میں تدبر کرنا اور خدا سے ڈر کر کسی معاملہ میں غور کرنا اور حق و باطل میں امتیاز چاہنا اور یہ تڑپ رکھنا کہ آیا یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے یا نہیں، اس طرف توجہ ہی نہیں۔ مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فعل عبث نہیں بلکہ اس نے حق و حکمت سے سلسلہ قائم کیا ہے اور ضرورت حقہ کے وقت اس کو کھڑا کیا ہے۔ پس وہ منکروں سے ضرور مطالبہ کرے گا مَا اَرْسَلَ اللّٰہُ رَسُولاً اِلَّا اَخْزَی بِہٖ قَوْمًا لَّا یُومِنُونَ ۔ یاد رکھو کہ دنیا میں ایسا کوئی بھی نبی یا رسول نہیں گذرا جس کے منکروں کو خدا تعالیٰ نے ذلت اور رسوائی کا عذاب نہ دیا ہو۔ یہ ضروری اور لازمی ہوتا ہے کہ رسول کی حجت پوری کر دینے کے بعد منکر قوم کو حق و باطل میں امتیاز پیدا کرنے کے واسطے عذاب دیا جاوے۔

خدا تعالیٰ کے نزدیک دو بڑے ہی سخت گناہ ہیں۔ اول افتراء اور تقوّل علی اللہ۔ یعنی یہ کہ کوئی شخص دعویٰ کرے کہ خدا تعالیٰ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے یا وحی یا الہام کرتا ہے حالانکہ اسے نہ کوئی وحی ہوتی ہے اور نہ الہام اور نہ خدا اس سے کبھی ہمکلام ہوا۔ حتّٰی کہ جھوٹی خواب کا بنا لینا بھی اسی میں داخل ہے۔ غرض ایک تو یہ امر کہ خدا پر افتراء کرنا حالانکہ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ کاذب ہے۔ دوسرے وہ شخص خدا تعالیٰ کے بڑے سخت غضب اور عتاب کا مورد ہوگا جو ایک صادق اور خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے کا انکار کرتا ہے۔ (ملفوظات جلد پنجم۔ صفحہ 584، 585)

فرمودات خلفاء

اسلام پر عمل کرنا عادت میں شامل کریں

تعلیم الاسلام ہائی سکول میگزین کے اجراء پر حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے پیغام میں جو اس میگزین کی پہلی اشاعت میں شائع ہوا، اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا:

"مجھے تعلیم الاسلام ہائی سکول کا ایک سابق طالبعلم ہونے کی حیثیت سے دوہری خوشی ہے کہ سکول کے طلبہ ایک رسالہ اپنے اندر کام کا جوش پیدا کرنے کے لئے نکالنے لگے ہیں۔ میرے نزدیک یہ رسالہ مفید ہوسکتا ہے اگر طالبعلم اس کا پورا بوجھ خود اٹھائیں اور اسے ایک سکول میگزین سے زیادہ حیثیت نہ دیں۔ مَیں جب چھوٹا تھا تو ہم نے ایک رسالہ تشحیذ الاذھان نکالا تھا اور صرف ہم سات طالب علم اس رسالہ کو شائع کرتے تھے اور کسی سے مدد طلب نہیں کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ رسالہ اپنوں کے علاوہ غیروں میں بھی مقبول تھا............۔

............اسلام اس وقت بالکل لاوارث ہے۔ خدا تعالیٰ نے تم کو چنا ہے کہ تم اس کے وارث بنو۔ وہ اس وقت پامال ہے خدا تعالیٰ نے تمہیں چنا ہے کہ تم اس کے عامل بنو، وہ اس وقت بے یار ہے خدا تعالیٰ نے تم کو چنا ہے کہ تم اس کے یار بنو، وہ اس وقت بے وطن ہے خدا تعالیٰ نے تم کو چنا ہے کہ تمہارے دل اور تمہارے گھر اس کا وطن بنیں، تم اپنی زبانوں سے کئی دفعہ کہہ چکے ہو کہ ایسا ہوگا مگر (اب) وقت ہے کہ ہمارے عمل بھی اس کا ثبوت دیں۔ ......زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی کوشش کرو اور اس کی تعلیم کو لوگوں تک پہنچانے کی کوشش کرو تا کہ یہ امر تمہاری عادت میں داخل ہو جائے اور آپ ہی آپ ایسے اعمال ظاہر ہوتے چلے جائیں جو تعلیم الاسلام کے ظاہر کرنے والے ہوں اور آپ ہی آپ وہ کلمات نکلنے شروع ہو جائیں جو تعلیم الاسلام کی گونج پیدا کرنے والے ہوں اور آپ ہی آپ وہ ملفوظات قلم پر آنے لگیں جو تعلیم الاسلام کا رنگ رکھتے ہوں۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو اور اگر سچے دل سے کوشش کرو گے تو انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا"۔

(تعلیم الاسلام میگزین)

محنت اور قربانی کی عادت ڈالیں

1937ء میں نئے سال کے آغاز پر محنت اور قربانی کی عادت ڈالنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

"یاد رکھو کہ ہمارے لئے بہت نازک وقت آ رہا ہے......... اپنی اصلاح کرلو۔ محنت اور قربانی کی عادت ڈالو۔ ورنہ تمہاری حالت اس بھیڑ کی سی ہوگی جو ہر وقت بھیڑیئے کے رحم پر ہے۔ جب تک تم بہت کوشش اور استقلال سے اپنے آپ کو شیروں میں تبدیل نہیں کر لیتے اس وقت تک تم بھیڑیں ہو جن کی جانیں ہر وقت غیر محفوظ ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تمہیں اختیار دیا ہے کہ اگر چاہو تو شیر بن جاؤ جو جنگل میں اکیلا بھی محفوظ ہوتا ہے۔ لیکن بھیڑیں دس بیس بھی غیر محفوظ ہوتی ہیں۔ پس اس کے لئے کوشش کرو اور دعاؤں میں لگے رہو۔ مَیں بھی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ لغو عادتوں کو دور کرنے کی توفیق دے اور توفیق دے کہ تم محنتی اور بہت کام کرنے والے بن جاؤ۔ اپنے اوقات کو خدا تعالیٰ کے دین کے لئے خرچ کرنے والے ہو جاؤ تا تھوڑے ہو کر بہتوں پر غلبہ حاصل کرنے والے بن سکو"۔ (الفضل 3/فروری 1937ء)

اداریہ

نونہالانِ جماعت

قومی ترقی میں نوجوان ہمیشہ ہی بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ میں ایسی متعدد حیران کن مثالیں ملتی ہیں کہ آپ نے نوجوانوں کی صلاحیتوں کو نکھارنے اور ان میں قیادت کی صلاحیتیں پیدا کرنے کے لئے انہیں اہم ذمہ داریاں عطا فرمائیں۔آنحضرت ﷺ مکہ کی عظیم فتح کے بعد انصار سے عہد اخوت کو نبھاتے ہوئے مکہ میں بود و باش اختیار کرنے کی بجائے واپس مدینہ تشریف لے گئے تو مکہ کا انتظام 18 سال کی عمر کے ایک نوجوان حضرت عتاب بن اسید کے ذمہ لگایا جبکہ حضرت ابوسفیان جیسے قریش کے معمر بزرگ تجربہ کار لوگ مکہ میں موجود تھے۔

اسی طرح کی ایک اور بہت مشہور مثال یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اسوقت کی ایک سپر پاور کی سازشوں کے سد باب اور ان کے اچانک حملہ سے بچنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا۔اس لشکر میں حضرت عمرؓ جیسے جہاندیدہ تجربہ کار اور فنون حرب و جنگ کے ماہر پرانے صحابی بھی شامل تھے مگر اس لشکر کی قیادت کے لئے نبوت کی نظر انتخاب حضرت اسامہ بن زیدؓ پر پڑی جو اس وقت صرف سترہ سال کے با صلاحیت حوصلہ مند نوجوان تھے۔

محمد بن قاسم کی ہندوستان میں آمد تاریخ اسلام کا درخشندہ باب ہے۔اس نوجوان نے 18 سال کی عمر میں بالکل نئے اجنبی اور غیر مانوس ماحول میں اسلامی عدل و انصاف کے ایسے جوہر دکھائے جو آج بھی بطور مثال بیان کئے جاتے ہیں۔انہیں سندھ میں صرف اڑھائی سال کا مختصر عرصہ رہنے کا موقع ملا مگر وہ اس عرصہ میں ایسی بنیادیں قائم کر گئے کہ اس اجنبی سرزمین پر اسلامی قافلہ مسلسل آگے بڑھتا گیا۔

حضرت مصلح موعودؓ جب خلافت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے تو ان کی عمر 25 سال تھی مگر آپ کی خدمات کا زمانہ تو اس سے بہت پہلے شروع ہو گیا تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی آپ نے انجمن تشحیذ الاذہان شروع کی جبکہ آپ کی عمر صرف گیارہ سال تھی۔اس انجمن نے 1906ء میں ایک بلند پایہ علمی رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا۔جس میں بنیادی اہمیت کے مضامین حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے ہی ہوتے تھے۔اسی انجمن کے ایک ممبر حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحب بیرونی دنیا میں پہلے مبلغ اسلام کے طور پر لندن آئے۔اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے اس دور میں یورپ، افریقہ میں تبلیغ و اشاعت اسلام کے لئے آنے والے اکثر مجاہد نوجوان ہی تھے جنہوں نے خدمت اسلام کے سلسلہ میں شاندار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور محیر العقول قربانیاں پیش کیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔

نوجوانوں کی اصلاح و تربیت اور ان کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے مجلس خدام الاحمدیہ کا قیام عمل میں آچکا ہے۔تا کہ باقاعدہ ایک مقررہ لائحہ عمل کے مطابق ہر نوجوان کی صلاحیتوں کو پرکھ کر ایک قابل اور ماہر جوہری کی طرح ان کو مزید جلا دیتے ہوئے ان سے پوری طرح استفادہ کیا جاوے اور قوم کا کوئی فرد اور اسکی کوئی صلاحیت ایسی نہ ہو جو پوری طرح قومی خدمت اور انفرادی ترقی میں مصروف و مشغول نہ ہو۔

حضرت مصلح موعودؓ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔''پس ہمیشہ ہی اسلام کی روح کو قائم رکھو۔اس کی تعلیم کو قائم رکھو اور یاد رکھو کہ قومیں نوجوانوں کی دینی زندگی کے ساتھ ہی قائم رہتی ہیں۔اگر آنے والے کمزور ہو جائیں تو وہ قوم گر جاتی ہے۔مگر کوئی انسان یہ کام نہیں کر سکتا صرف اللہ ہی یہ کام کر سکتا ہے۔انسان کی عمر تو زیادہ سے زیادہ ساٹھ، ستر، اسی سال تک چلی جائے گی مگر قوموں کی زندگی کا عرصہ تو سینکڑوں ہزاروں سال تک جاتا ہے۔دیکھو مسیح علیہ السلام کی قوم بھی دو ہزار سال سے زندہ ہے۔رسول کریم ﷺ کی قوم تیرہ سو سال سے زندہ ہے اور ہم امید کرتے ہیں کہ جب تک دنیا قائم رہے گی یہ بڑھتی چلی جائے گی۔تم بھی ایک عظیم الشان کام کے لئے کھڑے ہوئے ہو، پس اس روح کو قائم رکھنا، اسے زندہ رکھنا اور ایسے نوجوان جو پہلوں سے زیادہ جوشیلے ہوں پیدا کرنا تمہارا کام ہے۔ایک بہت بڑا کام تمہارے سپرد ہے۔عیسائی دنیا کو مسلمان بنانا اس سے بھی زیادہ مشکل کام ہے جتنا عیسائی دنیا کو یہودیوں کا ہمدرد بنانا۔کیونکہ عیسائی دنیا کو ہمدرد بنانے میں تو صرف دماغ فتح کیا جاتا ہے لیکن عیسائیوں کو مسلمان بنانے میں دل اور دماغ دونوں کو فتح کرنا پڑے گا اور یہ بہت مشکل کام ہے۔

پس دعاؤں میں لگے رہو اور اپنے کام کو قیامت تک زندہ رکھو۔محاورہ کے مطابق میرے منہ سے ''تا قیامت'' کے الفاظ نکلتے ہیں لیکن میں کہتا ہوں ''تا قیامت'' بھی درست نہیں۔قیامتیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔پس میں تو کہوں گا کہ تم اسے ابدی زمانہ تک قائم رکھو کیونکہ تم ازلی اور ابدی خدا کے بندے ہو۔اس لئے ابد تک اس نور کو جو تمہارے سپرد کیا گیا ہے، قائم رکھو اور محمدی نور کو دنیا میں پھیلاتے جاؤ یہاں تک کہ ساری دنیا محمد رسول اللہ ﷺ کا کلمہ پڑھنے لگ جائے اور یہ دنیا بدل جائے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت جو آسمان پر ہے زمین پر بھی آجائے۔''

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 736)

(عبدالباسط شاہد)

❀❀❀ ❀ ❀❀❀

حضور کے دورۂ کینیڈا کے موقع پر

حضور آپ سے ہم کو بہت محبت ہے
حضور آپ کی آمد خدا کی رحمت ہے
جی آیاں نوں ، ویلکم ، خوش آمدید حضور
ہوئی ہے آپ سے مل کر ہماری عید حضور
حضور ہم نے خلافت کا فیض دیکھا ہے
اور پورے صدق سے بیعت کا عہد باندھا ہے
ہر ایک حکم کی تعمیل ہم کریں گے حضور
قدم قدم سے ملا کر سدا چلیں گے ضرور
حضور ہم کو اطاعت گزار پائیں گے
وفا و مہر و محبت شعار پائیں گے
حضور حق میں ہمارے بہت دعا کیجئے
خدا کے ہم ہوں ، ہمارا خدا ، دعا کیجئے
ہجومِ شر میں خدا کی ہمیں پناہ ملے
ہم جو قدم بھی اٹھائیں خدا کی راہ ملے
ہماری نسلیں جماعت کی مہر و ماہ بنیں
فتح نصیب مسیحا کی ہم سپاہ بنیں
نہیں ہے کینیڈا اک ملک یہ تو دنیا ہے
اور دنیا کینیڈا ہے جو ہماری دنیا ہے

(امتہ الباری ناصر)

پھر یاد کیجئے انہیں پھر بزمِ دل سجایئے
اشکوں سے سینچئے بدن خود سے دئے جلایئے
کھینچا ہے طول اس قدر موسم درد ہجر نے
اے دل غم فراق کو اب عمر بھر نبھایئے
بجھنے لگی ہے آگ کیوں پھر انتظارِ دید کی
دل میں خیالِ یار کا دامن ذرا ہلایئے
دنیا کی خاک چھانئے لے کر چراغ ڈھونڈیئے
ان سا کوئی جہان میں لا کر ہمیں دکھایئے
ہم کو عزیز ہے بہت ان کی گلی کی خاک بھی
ان کی گلی کی خاک ہی دامن میں بھر کے لایئے
انداز یہ جفا کا ہے رکھئے کماں نہ ہاتھ سے
شیوہ وفا کا اور ہے سینے پہ تیر کھایئے
خالی ہے دفترِ عمل زادِ سفر نہیں مگر
جو زخم ساتھ لائے ہیں وہ زخم ہی دکھایئے
عقدہ کھلا گریز میں رسوا ہوئے ہیں در بدر
راہِ نجات ایک ہے اس در پہ لوٹ آیئے
زنجیر ہوگئے ہیں ہم اب آستانِ یار سے
اس آستاں کو چھوڑ کر خالدؔ کہاں پہ جایئے

(عبدالکریم خالدؔ)

تقریر جلسہ سالانہ یو کے 2004ء

صحابہ کرامؓ کی باہمی محبت واخوت

(مولانا مبشر احمد ایاز ۔ربوہ)

﴿مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًامِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا ۔ سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِالسُّجُوْدِ﴾

(الفتح:۳۰)

ترجمہ از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

''محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار کے خلاف بڑا جوش رکھتے ہیں لیکن آپس میں ایک دوسرے سے بہت ملاطفت کرنے والے ہیں جب تو انہیں دیکھے گا انہیں شرک سے پاک اور اللہ کا مطیع پائے گا وہ اللہ کے فضل اور رضاء کی جستجو میں رہتے ہیں ان کی شناخت ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان کے ذریعہ موجود ہے....''

(سر الخلافہ، صفحہ12)

چودہ سو پچیس سال قبل صحرائے عرب کے افق پر ایک ایسا آفتاب ہدایت طلوع ہوا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے عرب کے بادیہ نشینوں کی زندگیوں میں ایسا انقلاب پیدا کیا کہ صحراؤں میں وحشیانہ زندگی بسر کرنے کے خوگر دنیا بھر کے معلم بن گئے۔ان کے دل اور روح میں ایسی تبدیلی پیدا ہوئی کہ ایک دوسرے کے خون سے ہولی کھیلنے والے اسطرح ہو گئے کہ جیسے ایک ماں کے پیٹ سے جنم لینے والے دو بھائی۔

وہ جو اپنی خون آشامی میں اپنی مثال آپ تھے باہمی ملاطفت اور مودت کی مثال بن گئے آیئے آج وقت کے راہوار پر سوار ہو کر صحرائے عرب کے ان باسیوں کی زندگیوں پر نظر ڈالیں۔ان لوگوں کی حیات طیبہ پر جن کی پاکیزہ زندگیوں کا عنوان عرش کے خدا نے خود ''رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ'' کے زریں الفاظ سے بیان کیا ہے، اور شاہ مکی و مدنی سید الوری ﷺ نے انہیں باہم ایک جسم کی مانند قرار دیتے ہوئے یوں بیان فرمایا کہ ''مثل المؤمنین فی توادھم وتراحمھم وتعاطفھم مثل الجسد اذا اشتکیٰ منہ عضو تداعیٰ لہ سائر الجسد بالسھر والحمی'' ۔ (مسلم کتاب البر والصلہ)

کہ مومنوں کی مثال ایک دوسرے سے محبت کرنے اور ایک دوسرے سے مہربانی سے پیش آنے میں ایک جسم کی سی ہے جس کا ایک حصہ اگر بیمار ہو تو اسکی وجہ سے سارا جسم بیداری بے چینی اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

جب ہم ان لوگوں کی پاکیزہ زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ میرے آقا حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے انفاس قدسیہ نے کس طرح ان کے اندر کے تمام کینوں اور بغضوں کو ختم کر دیا اور اس آفتاب صدق کی گرمی نے ان کے اندر کی تمام آلائشوں کو اس طرح بھسم کر دیا کہ وہ تمام ایک جان ہو چکے تھے، ایک کا دکھ دوسرے کا دکھ ایک کا سکھ دوسرے کا سکھ ایک کی خوشی دوسرے کی خوشی اور ایک کا غم دوسرے کا غم بن جاتا ہے۔

مکہ کا تیرہ سالہ زمانۂ جور و جفا ہو یا مدنی زندگی کے قدرے آسانی کے سال ، یوں لگتا ہے کہ قالب مختلف تھے لیکن جان ایک تھی۔نفرتوں کے پیکر مَئے محبت سے چھلکتے ہوئے جام بن گئے، بدظنی اور غیبت کے راستوں پر چلنے والے حسن ظنی کے ایسے پیکر بن گئے کہ خود عرش کے خدا نے اسطرح گواہی دی

﴿مُحَمَّدٌرَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ﴾ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی کفار کے مقابلہ پر سخت جان لیکن آپس میں رحمت و مودت کے پیکر ہیں۔آج انہیں محبتوں کے خوگر عاشقان محمد مصطفیٰ ﷺ کی باہمی اخوت کے چند واقعات آپکی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

محبت واخوت کا تعلق ہو تو ایک دوسرے کے متعلق انسان نیک گمان ہی کرتا ہے اور حسن ظن سے کام لیتا ہے اور چشم پوشی کرتا ہے۔صحابہ کی زندگیوں میں ہمیں یہ وصف عام ملتا ہے

حضرت ابوبکرؓ کے ہاں ایک ایسا شخص مہمان ہوا جس پر چوری کا الزام تھا لیکن جب رات کو حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا کہ یہ شخص اٹھ کر نماز پڑھ رہا ہے، تو آپ بے اختیار بولے کہ تمہاری رات تو چوروں کی سی معلوم نہیں ہوتی۔بعد میں تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ کا حسن ظن درست تھا اور اس پر لگایا گیا الزام غلط تھا۔(اسوہ صحابہ:حصہ اول303)

افک کے واقعہ کو ذہن میں لایئے ،ام المؤمنین حضرت عائشہؓ پر لگایا ہوا ایک مکروہ اور تکلیف دہ الزام ہے، الزام لگانے والوں میں بدقسمتی سے حضرت حسان بن ثابتؓ بھی تھے، حضرت عائشہؓ ایک دفعہ طواف کر رہی تھیں کہ دوران طواف دو صحابیات نے حضرت حسان کا ذکر کیا تو انہیں برا بھلا بھی کہنا شروع کر دیا جس پر حضرت عائشہؓ نے انہیں سختی سے منع کر دیا اور فرمایا کہ

ZZ أنی لأرجو ان یدخلہ اللہ الجنۃ بذبہ عن النبی ﷺ بلسانہ !XX

کہ میں امید کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرے گا کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف سے کفار کی ہجو کا جواب دیا کرتے تھے اور کیا یہ انہیں کا شعر نہیں ہے ۔

فان ابی و والدی وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

کہ میرے والد، میرے دادا اور میری اپنی عزت حضرت محمد ﷺ کی عزت کے لئے تمہارے خلاف ڈھال ہے۔ان عورتوں نے کہا کہ آپ کو یاد نہیں کہ آپ کے بارے انہوں نے کیا کہا تھا؟ اس پر حضرت عائشہؓ نے کمال چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ کچھ بھی تو نہیں کہا تھا۔

(اسد الغابہ جلد اول ص:551 تذکرہ حسان بن ثابتؓ)

جنگ احد کے وقت بعض مسلمانوں کے ہاتھوں حضرت حذیفہؓ کے والد غلطی سے شہید ہو گئے، حضرت حذیفہ کہتے ہی رہ گئے کہ یہ میرے والد ہیں لیکن جب وہ شہید ہو گئے تو آپ نے صرف اتنا ہی کہا کہ ''یغفر اللہ لکم'' اللہ تمہیں بخش دے اور پھر کوئی دکھ یا انتقام کا خیال تک آپ کے دل میں نہ آیا۔

(بخاری کتاب المغازی باب اذھمت طائفتان)

یہی ہے وہ کیفیت جس کو خدا تعالی نے یوں بیان کیا ہے کہ ﴿ وَ نَزَعْنَا مَا فِی صُدُوْرِھِمْ مِّنْ غِلٍّ﴾ کہ ہم نے ان کے دلوں کے اندر پیدا ہونے والے کینے کو بھی اپنے ہاتھ سے نکال دیا ہے اور یہی سچ ہے کہ ان کے دل سونے کی خالص ڈلی کی طرح ہر آلائش سے پاک تھے۔انہیں حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ صحبت نے ان ستاروں کی مانند کر دیا تھا جو تاریک راتوں میں مسافروں کو منزل کا پتہ دیتے ہیں۔

مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت تاریخ اسلام کا ایک ایسا عظیم الشان واقعہ ہے جس کے نتائج بہت دیرپا اور تاریخ عالم پر انمٹ نقوش چھوڑنے والے ہوئے لیکن اس سے قطع نظر اس واقعہ کے ساتھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک دوسرے کے ساتھ محبت، ایثار، وفا اور اخلاص کے ایسے واقعات جڑے ہیں کہ دل بے اختیار کہہ اٹھتا ہے

﴿رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ﴾

آیئے ایک نظر اس دور پر ڈالیں جب مکہ سے چند لوگ محض دین کی خاطر اپنا سب کچھ ترک کر کے ظلم اور جور و جفا کے تیرہ سال گزار کر اپنے دینی بھائیوں کے پاس مدینہ پہنچے تو چشم فلک نے کیا کیا نظارے دیکھے۔

مکہ سے ہجرت کر کے جب صحابہ مدینہ آئے تو آنحضرت ﷺ نے ان مہاجرین کو مدینہ میں آباد انصار صحابہ کا بھائی بنا دیا اس واقعہ کو تاریخ اسلام میں 'مؤاخات' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔جب یہ آپس میں بھائی بھائی بنے تو ان کی محبت واخوت کے ایسے نظارے دیکھنے میں آئے کہ آجکل کی حقیقی اخوت بھی ان کے سامنے ماند پڑ جاتی ہے۔انصار و مہاجرین بھائی بھائی کیا بنے گویا یک جان دو قالب ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کے پاس انصار مدینہ حاضر ہوئے یہ درخواست لے کر کہ ہمارے باغات اور زمینیں ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان آدھی آدھی تقسیم فرما دیں، لیکن مہاجرین مکہ تو کھیتی باڑی کے فن سے نا آشنا تھے اور یہ کام کر نہیں سکتے تھے اس لئے شکریہ کے ساتھ اس درخواست کو واپس کر دیا گیا ان انصاری صحابہ کو جب اپنے بھائیوں کی اس مجبوری کا علم ہوا تو انکی محبت کا والہانہ پن دیکھئے کہ ایک اور درخواست لیکر پھر حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ! ان باغات اور زمینوں پر کاشت کاری اور محنت بھی حسب سابق ہم خود ہی کریں گے لیکن اس کی فصل اور آمد پر نصف حق ہمارے ان مہاجر بھائیوں کا ہوگا۔چنانچہ ہر سال یہ اپنی جائدادوں کا نصف اپنے مہاجر بھائیوں کی خدمت میں پیش کرتے۔(ابوداؤد)

اسی مؤاخات کے موقعہ پر انصار صحابہ نے اپنی محنتیں اور جائدادیں تو پیش کی ہی تھیں ایک اور صحابی کا جوشِ الفت ومحبت تو دیکھیں ...سعد بن الربیع انصاریؓ...حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کے بھائی بنے، سعدؓ اپنا سارا مال ومتاع لے آئے اور گن گن کر آدھا مال اپنے اس بھائی کو دے دیا اور ساتھ ہی کہنے لگے کہ میری دو بیویاں ہیں ان دونوں میں سے جو تمہیں پسند ہے وہ بتاؤ میں اس کو طلاق دے دوں گا تم اس سے شادی کر لو۔یہ تھا ایک بھائی کا اپنے دوسرے بھائی سے محبت کا اظہار۔حضرت عبدالرحمان بن عوف نے اپنے اس بھائی کے جذبات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ نہیں خدا یہ سب کچھ تمہیں ہی مبارک کرے۔

باہمی محبت کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا مشکل اور تنگی کے ایام میں ایک دوسرے کے کام آنا ہے۔اور یہ رنگ بھی صحابہ کی زندگیوں کا ایک انوکھا ہی رنگ ہے ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کا خیال رکھنے میں اور ایک دوسرے کے لئے ایثار کرنے میں بے حد نمایاں تھے۔اپنی آسائش کو تج کر دوسروں کو آسائش دینے کے انداز انہوں نے اپنے آقا محمد عربی فداہ ابی وامی سے سیکھے تھے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ایک بہت بڑی رقم قرض چھوڑ کر فوت ہوئے دوسرے صحابہ کو فکر لاحق ہوا کہ اتنی بڑی رقم ان کا بیٹا کیسے ادا کرے گا۔چنانچہ کئی صحابہ آ کر اس ہمدردی میں شریک ہوتے رہے اور حضرت حکیم بن حزامؓ نے تو چار لاکھ کی رقم پیش کرتے ہوئے کہا کہ اگر ادائیگی کرتے ہوئے دقت ہو تو مجھے مدد کے لئے ضرور بتانا۔

(بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی فی مالہ)

اور لطف یہ ہے کہ یہ قرض بھی اسی وجہ سے ہوا تھا کہ وہ اپنے دوسرے بھائیوں کی اعانت میں اسقدر بڑھے ہوئے تھے کہ قرض لے کر بھی دوسرے کی مدد کر دیا کرتے تھے۔

حضرت ابوقتادہؓ نے ایک دوسرے مسلمان بھائی کو قرض دیا ہوا تھا لیکن ادائیگی نہ ہوتی تھی جب تقاضا ہوتا تو قرض دینے والے سے ملاقات ہی نہ ہو پاتی ایک مرتبہ گھر جا کر اس سے ملاقات کی اور اس کے پاس بھی کوئی چارہ نہ رہا کہ ملنے سے گریز کر سکے تو اس نے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ میں ایک عیالدار آدمی ہوں اور اپنی محدود آمدنی کی وجہ سے ادائیگی نہیں کر پا رہا اور ندامت کی وجہ سے سامنے بھی نہیں آ سکا..........حضرت ابوقتادہ کو علم ہوا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگے کہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہ بتایا، جاؤ آئندہ سے میں قرض کا تقاضا نہ کروں گا۔

(مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے ص:195)

اب ایک پاکیزہ جوڑے کا واقعہ سماعت فرمایئے۔کہ اپنے دوسرے بھائیوں کی محبت میں ایسے واقعات زمانے کو قسمت سے نصیب ہوا کرتے ہیں ہزاروں سال کی گردش کے بعد ایسے نیک فطرت لوگ پیدا ہوا کرتے ہیں نہیں نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ہزاروں سال کی گردش کے بعد افق پر ایک ایسا روحانی

سورج طلوع ہوتا ہے کہ جس کی کرنوں سے ایسے دل منور ہوتے ہیں کہ جن کی روشنی زمانے کی تاریکیوں میں شمع ہدایت کا کام دیتی ہے ہاں تو میں ذکر کر رہا تھا اس واقعہ کا جب ایک مہمان مسجد نبوی میں آیا رسول کریم ﷺ نے اپنے گھر پیغام بھیجا کہ کھانے کو کچھ ہے جواب ملا کہ ابھی تک تو کچھ نہیں ہے، چنانچہ رسول کریم ﷺ نے ایک صحابی کو فرمایا کہ تم اپنے اس بھائی کو مہمان بنا کر اپنے گھر لے جا سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ کیوں نہیں حضور! چنانچہ وہ اس کو لے کر گھر پہنچا اور بیوی سے کہا کہ رسول کریم ﷺ نے آج میرے سپرد ایک مہمان کیا ہے کیا گھر میں کچھ کھانے کے لئے موجود ہے اس نے کہا کہ بس ایک آدمی کا کھانا ہے میری تو یہ خواہش تھی کہ آج میں اور تم دونوں فاقہ کرتے اور کھانا بچوں کو کھلا دیتے مگر اب چونکہ مہمان آ گیا ہے اسلئے اب کھانا مہمان کو کھلا دیتے ہیں اور بچوں کو کسی طرح تھپکا کر سلا دیتی ہوں اس پر صحابی کہنے لگے کہ یہ تو ہو جائے گا لیکن ایک مشکل ہے کہ جب ہمارا مہمان کھانا کھانے بیٹھے گا تو وہ اصرار کرے گا کہ ہم بھی اس کے ساتھ کھائیں تو پھر کیا کریں گے۔ (یہ واقعہ پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے کا ہے) بیوی کہنے لگی کہ میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے اور وہ یہ کہ جب وہ کھانے بیٹھے تو میں اور تم دونوں اس کے ساتھ بیٹھیں گے اس وقت تم مجھے کہنا کہ روشنی کم ہے لو ذرا بڑھا دو اور میں روشنی تیز کرنے کے بہانے اٹھوں گی اور چراغ بجھا دوں گی تا کہ اندھیرا ہو جائے اور وہ دیکھ نہ سکے کہ ہم اس کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں یا نہیں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا.... بیوی اٹھی اور اس نے چراغ کو بجھا دیا اور اندھیرے میں ہی دونوں میاں بیوی اس کے قریب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا شروع کیا یہ دونوں میاں بیوی خالی منہ ہلاتے رہے اور یوں ظاہر کرتے رہے کہ گویا وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں اور یوں سارا کھانا اپنے اس مہمان بھائی کو کھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ کو میاں بیوی کی یہ محبت بھری ادا اتنی پسند آئی کہ اسی رات آنحضرت ﷺ کو الہاماً سارے واقعہ کی خبر دی اور آں حضرت ﷺ نے نماز فجر پر انہیں فرمایا کہ آج تم دونوں کی ادا خدا کو اتنی پسند آئی ہے کہ عرش پر وہ بھی مسکرا دیا۔

(بحوالہ سیر روحانی جلد اول ص:۱۶۲)

اور پھر یہ واقعہ ہمیشہ ہمیش کے لئے خدا نے قرآن کریم میں محفوظ کر دیا یہ فرماتے ہوئے کہ ﴿ وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ کہ وہ خود تو بھوک میں بھی ہوں تو بھی اپنے آپ پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ اور یہ ایک نمونہ نہیں بلکہ اپنی ضرورت پر اپنے دوسرے بھائی کی خواہش اور ضرورت پر ترجیح دینے کے عملی مظاہرے صحابہ کی زندگی میں عام تھے۔

ہمیں ایک اور ایسا واقعہ حدیث کی کتابوں میں ملتا ہے کہ ایک صحابی نے بکرے کی ایک سری ہدیۃً اپنے ایک بھائی کے گھر بھیجی، جب یہ سری کا تحفہ ان کے گھر پہنچا تو یہ سوچتے ہوئے کہ میرے فلاں بھائی کو اس کی زیادہ ضرورت ہوگی انہوں نے ان کے گھر یہ تحفہ روانہ کر دیا، جب ان کے پاس یہ تحفہ پہنچا تو انہوں نے خیال کیا کہ میرا فلاں بھائی تو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے لہٰذا انہوں نے اپنے اس بھائی کو بھیج دیا اور یوں یہ تحفہ چلتے چلاتے واپس ساتویں گھر پہنچ گیا اور یہ وہی گھر تھا جہاں سے تحفہ چلا تھا۔

(مستدرک للحاکم)

اب ایک اور واقعہ ملاحظہ ہو۔ جنگ کا میدان ہے، غزوہ یرموک کا موقعہ ہے، عکرمہؓ، حارث بن ہشام، سہیل بن عمروؓ یہ تین صحابہ ہیں زخموں سے نڈھال اور پیاس سے برا حال ہے، پانی کے چند گھونٹ ہیں جو ان کی اس یقینی موت کو زندگی میں بدل سکتے ہیں، پانی پلانے والا سب سے پہلے عکرمہ کے پاس پہنچتا ہے ان کے ہونٹوں تک پانی کا پیالہ لگتا ہے کہ ایک اور زخمی کی پانی کی طلب پر مبنی آواز آتی ہے، عکرمہ وہ پیالہ اپنے ہونٹوں سے پرے کرتے ہوئے، کراہتے ہوئے اشارے سے پانی پلانے والے کو کہتے ہیں کہ پہلے میرے اس بھائی کو پانی دو لگتا ہے کہ اس کو زیادہ ضرورت ہے وہ اس کے پاس پانی لے کر جاتا ہے کہ تیسرے زخمی کی آواز آتی ہے یہ جانتے ہوئے کہ یہ پانی ہی اس کے لئے نوید حیات ہے اس کی زندگی اسی پانی کے ساتھ وابستہ ہے لیکن وہ بھی اپنے تیسرے بھائی کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ پہلے اسے پانی پلا دو وہ جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو اس کے آنے سے پہلے ہی اس پیاس سے اپنی جان کو ہار چکا ہوتا ہے، وہ پانی کی چھاگل لے کر واپس بھاگتا ہے تو یہ بھی خدا کو پیارا ہو چکا ہوتا ہے یہاں سے وہ پہلے پیاسے کی طرف پلٹتا ہے، عکرمہ کی طرف لیکن اب وہ بھی اپنی اسی تشنہ کامی کی حالت میں مولا کے حضور پیش ہو چکے ہوتے ہیں (استیعاب: تذکرہ عکرمہ بن ابی جہل) اور یوں اپنے پیچھے باہمی محبت واخوت کی ایک ایسی لازوال داستان چھوڑ جاتے ہیں کہ جس کے نقوش رہتی دنیا تک قائم رہیں گے اور اپنے بعد میں آنے والوں کو محبت واخوت کا درس دیتے رہیں گے اور ان کی یہ قربانی شاہراہِ عشق پر چلنے والوں کے لئے ہمیشہ مشعل راہ بنی رہے گی۔

میرے ہمنشین ساتھیو اور بزرگو!

میں جن لوگوں کی زندگیوں کے واقعات آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں جن صحابہ کی سوانح حیات آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں عرب کے رہنے والے یہ لوگ پیدائشی طور پر ہی ایسے ایثار پیشہ اور محبت کرنے والے نہ تھے۔ یہ عرب کے اس معاشرہ سے تعلق رکھنے والے لوگ تھے کہ جن کا ایک ایک فرد اپنی انا اور فخر وغرور میں کسی فرعون سے کم نہ تھا۔ قبائلی عصبیت اس طرح بھری ہوئی تھی کہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے، انسان تو انسان دوسرے قبیلے کے جانوروں تک سے نفرت کرتے تھے۔ اخلاقی اور تمدنی اعتبار سے اتنے گندے اور گرے ہوئے تھے کہ اس پستی کو بیان کرنے کے لئے الفاظ کا انتخاب مشکل ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس قوم کی اس پستی کا ذکر کرتے ہوئے اپنے اشعار میں کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ آپ فرماتے ہیں

شیئان کان القوم عمیاً فیھما
حسو العقار وکثرۃ النسوان

کہ دو چیزیں تھیں جس پر یہ قوم اندھی ہوئی جا رہی تھی ایک کثرت شراب نوشی اور دوسری عورتوں کی کثرت

عیبان کان شعارھم من جھلھم
حمق الحمار و وثبۃ السرحان

اور ان کی دو عادتیں ان کی جہالت کی وجہ سے ان کا گویا لباس بن چکی تھیں گدھوں کی سی حماقت اور بھیڑیئے کی طرح جھپٹنا۔

صادفتھم قوماً کروثٍ ذلۃ
فجعلتھم کسبیکۃ العقیان

اے محمد ﷺ! تو نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا پھر تو نے انہیں خالص سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا یعنی ان کی اخلاقی، معاشرتی، تہذیبی، تمدنی اور روحانی پستی کا کیا حال بیان کیا جائے وہ تو ایسی قوم تھی کہ اپنی اس ذلت اور پستی میں گوبر سے بھی ذلیل تر تھی۔ لیکن پھر بطحاء کی وادیوں سے ایک آفتاب نکلا، عرب کے اس افق سے ایک سراج منیر طلوع ہوا جس کی کرنوں سے اس خطہ کی جہالت کی تاریکیوں کو روشنیوں میں بدل دیا گیا، اس ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعاؤں نے اس عرب کے بیابانی ملک میں ایک ایسا انقلاب برپا کیا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا..... یہ مردے تھوڑے ہی دنوں میں زندہ ہو گئے اور یہ پُشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے ان کی عداوتیں اخوتوں میں بدل گئیں اور نفرتیں محبتوں کا روپ دھار گئیں جو جان کے دشمن تھے اب ایک دوسرے پر اپنی جانیں نچھاور کرنے والے بن گئے ان کی اسی کیفیت کا حال اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں یوں فرماتا ہے:

﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا﴾ (آل عمران: ۱۰۴)

اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا

اس لئے جب بھی ان صحابہ کی باہمی محبت واخوت کی داستان بیان کی جائے گی اس وقت ہم اس ہستی کو کبھی نہیں بھول سکتے جس نے اس میں حقیقت کے رنگ بھرے اور جس نے ان کو لازوال بنا دیا، ان محبتوں کا منبع حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دل کا چشمہء صافی ہے جس سے یہ ساری محبتوں کی سوتے پھوٹے اور جس سے عرب کے ان صحرائی باشندوں کے دلوں کی سنگلاخ زمین سرسبز وشاداب ہوئی۔ عرب کے اس ریگستان میں کھلنے والے لالہ وگل کی اس سرخی میں حضرت نبی کریم ﷺ کے جگر کا وہ خون بھی شامل ہے جو "لعلک باخع نفسک" کربناک دعاؤں میں ان کے لئے خدا کے حضور بہتا رہا۔

صحابہ کے دل بھی اس محبت کو جانتے تھے، پہچانتے تھے، یہی وجہ تھی کہ سب سے زیادہ محبت بھی وہ اسی مقدس ترین ہستی سے کرتے تھے۔ اور یہ محبت وہ اپنی آخری سانس تک کرتے، اور جاتے جاتے اس محبت کی شمع کو وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے سینے میں منتقل کر جاتے۔

احد کا میدان اس محبت کا گواہ ہے، سعد بن ربیعؓ میدانِ جنگ میں زخموں سے چور پڑے ہوئے اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہے ہیں، زخمیوں کو دیکھتے ہوئے، تلاش کرتے حضرت ابی بن کعبؓ ان تک پہنچتے ہیں ان کو سہارا دے کر اٹھانے کی کوشش کی، لیکن یہ جان کر کہ اب ان کا بچنا محال ہے اس لئے اٹھا کر لے جانا بے کار ہے اپنے اس جانے والے ساتھی کو کہتے ہیں کہ اپنے عزیز واقارب کے نام کوئی سلام و پیام ہو تو کہو.... سعد بن ربیع نے مسکراتے ہوئے کہا کہ میں منتظر ہی تھا کہ کوئی مسلمان ادھر آئے تو میں پیغام دوں .... تم میرے ہاتھ میں ہاتھ دے کر یہ وعدہ کرو کہ میرا یہ پیغام ضرور پہنچاؤ گے ... اور اس کے بعد زندگی کی آخری سانسیں لینے والے نے جو پیغام دیا وہ یہ تھا کہ میرے عزیزوں اور میری قوم کے لوگوں کو میرا سلام دینا اور کہنا کہ ہمارے پاس خدا کی ایک بہترین امانت رسول کی ذات میں موجود ہے جب تک ہم زندہ رہے ہم اس کی حفاظت کرتے رہے اب ہم جاتے ہیں اور اس امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ اور یہ کہہ کر اپنی جان دے دی۔

(بحوالہ تفسیر کبیر جلد۷ ص۳۳۸)

محبت واخوت کی جو نورانی شمع ان صحابہ کے دلوں میں روشن تھی یہی شمع حضرت مسیح موعودؑ اپنے ماننے والوں کے دلوں میں روشن کرنا چاہتے ہیں، یہی معصومانہ محبت کا نور وہ اپنے متبعین کے چہروں پر بھی دیکھنا چاہتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ جس نمونہ پر اس جماعت کو قائم کرنا چاہتا ہے وہ صحابہؓ کا نمونہ ہے.... قرآن شریف میں ہماری جماعت کی نسبت لکھا ہے ﴿وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ...﴾ (الجمعہ: ۴)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہؓ میں سے ایک اور گروہ بھی ہے مگر ابھی وہ ان سے ملے نہیں ان کے اخلاق، عادات، صدق اور اخلاص صحابہ کی طرح ہوگا۔" (ملفوظات جلد۵ ص ۳۱۱،۳۱۰)

پھر صحابہ کے آپس کے محبت واخوت کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے اور ویسی ہی محبت احمدیت کے ماننے والوں کے اندر پیدا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یہ مقام آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کا ہے اور ان میں جو باہمی الفت ومحبت تھی اس کا نقشہ دو فقروں میں بیان فرمایا ہے ﴿وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ۔ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ

باقی صفحہ نمبر ۹ پر ملاحظہ فرمائیں

Punjab Sweets & Restaurant
ایک سو مہمانوں کے لئے خوبصورت پارٹی ہال اور باربی کیو پارٹی کے لئے بھی جگہ موجود ہے۔
کھلے آسمان تلے بہترین کھانوں کا لطف اٹھائیں۔
ہر قسم کی مٹھائیاں اور کھانے کا بہترین مرکز
Munawar Ahmad (Babbi)
Punjab Sweets & Restaurant
172-174 Upper Tooting Road
Tooting, London
Tel: 020 8767 3535

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ لین دین چاہے چھوٹا ہو یا بڑا ، لکھا کرو

جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول ہو اور اس کی تکلیف دور ہو جائے

تو اسے چاہئے کہ وہ تنگدست مقروض کو سہولت دے

(قرض اور لین دین کے بارہ میں قرآن کریم ، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے حوالہ سے ایمان افروز بیان)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ ۱۳؍اگست ۲۰۰۴ء بمطابق ۱۳؍ظہور ۱۳۸۳ ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن (یو۔کے)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريک له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلک يوم الدين – إياک نعبد و إياک نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ۔ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ۔ وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا۔ فَاِنْ كَانَ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ۔ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ۔ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى۔ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۔ وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ۔ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا۔ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۔وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۔وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۔وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (سورة البقرہ آیت 283)

ہماری تمدنی اور معاشرتی زندگی کا ایک اہم حصہ آپس کا لین دین کا معاملہ ہے۔ انسان کو اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت پڑتی رہتی ہے۔لیکن یہی لین دین جب قرض کی صورت میں ہو تو بے انتہاء معاشرتی مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ بھائیوں بھائیوں کی رنجشیں ہو جاتی ہیں، دوستوں کے آپس میں لڑائی جھگڑے ہو جاتے ہیں اور جب بڑے پیمانے پر کاروباری اداروں اور بنکوں سے قرض لئے جاتے ہیں تو بعض دفعہ سب کچھ لٹنے اور ذلت و رسوائی تک نوبت آ جاتی ہے۔

تو ایک مومن کو، ایسے شخص کو جو خدا تعالیٰ کا عبد کہلانے کا دعویٰ رکھتا ہے، معاشرے کی اس برائی سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔اور پھر طریق بھی فرما دیا کہ کس طرح لڑائی جھگڑوں اور ذلت و رسوائی کی باتوں سے بچا جا سکتا ہے، اسلام نے قرض دینے والوں کو بھی بتا دیا کہ کس طرح قرض دینے کے بعد واپس لینے کا تقاضا کرنا ہے اور لینے والوں کو بھی بتا دیا کہ تم نے کس طرح حسن ادائیگی کی طرف توجہ دیتے ہوئے معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرنا ہے یا اپنا مقام بلند کرنا ہے۔قرآن کریم نے اتنی گہرائی میں جا کر انسانی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے لین دین جو قرض کی صورت میں ہو اس کا حساب رکھنے کا طریق سکھایا ہے کہ اگر نیت نیک ہو تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ فریقین کو کسی بھی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ﴾ کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم ایک معین مدت کے لئے قرض کا لین دین کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اب یہ دیکھیں کتنا خوبصورت حکم ہے، بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں بڑا اعتبار ہے، کیا ضرورت ہے لکھنے کی، ہم تو بھائی بھائی کی طرح ہیں۔لکھنے کا مطلب تو یہ ہے کہ بے اعتباری ہے اس طرح سے تو ہمارے اندر دُوری پیدا ہو گی اور ہمارے اندر رنجشیں بڑھیں گی۔ اور ہمارے آپس کے تعلقات خراب ہوں گے۔تو یاد رکھیں کہ اگر تعلقات خراب ہوتے ہیں اور اگر تعلقات خراب ہوں گے تو تب ہوں گے جب قرآن کریم کے حکم کی خلاف ورزی کریں گے نہ کہ قرآن کریم پر عمل کرنے سے۔بعض دفعہ یہ لکھتے ہیں یا کہتے ہیں کہ چھوٹی رقم کا لین دین ہے اس کو کیا لکھنا ہمیں تو شرم آتی ہے کہ اتنی چھوٹی سی رقم کے بارے میں لکھیں کہ اتنا قریبی تعلق ہے اور اتنی چھوٹی سی رقم کے لئے تحریر لی جائے۔ یا پھر کوئی چیز استعمال کے لئے لی ہے اس کے بارے میں تحریر لی جائے مثلاً بعض دفعہ بیاہ شادیوں وغیرہ پر بھی ایک دوسرے کی چیزیں استعمال کے لئے لی جاتی ہیں تو وہ بھی اسی زمرے میں آتی ہیں۔ وہ بھی لکھ لینی چاہئیں کیونکہ ان میں بھی بعض دفعہ بدظنیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ بعد کی بدظنیوں سے بچنے کے لئے بہترین طریق ہے کہ چھوٹی سی تحریر بنا لی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا حکم تو ہے کہ لین دین چاہے چھوٹا ہو یا بڑا ان جھگڑوں سے بچنا ہے تو لکھا کرو۔ جیسا کہ فرمایا کہ ﴿وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ﴾ کہ لین دین خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اسے اس کی مقررہ میعاد پر یعنی جب تک کا معاہدہ ہے وہ بھی لکھو اور معاہدے کی تفصیل بھی لکھو، اور اس سے اکتانا نہیں چاہئے۔ یا اس کو معمولی چیز نہیں سمجھنی چاہئے۔ کیونکہ اکتانے کا مطلب تو یہ ہے کہ شیطان کسی وقت بھی تمہارے اندر بدظنیاں پیدا کر دے گا اور بظاہر جو تم بلند حوصلگی کا مظاہرہ کر رہے ہو یا جو تم نے کیا ہے یہ تمہیں ایک وقت میں ایسے مقام پر لا کر کھڑا کر دے گا کہ بلند حوصلگی تو ایک طرف رہی تم ادنیٰ اخلاق کا بھی مظاہرہ نہیں کر رہے ہو گے۔ اور اس طرح عموماً ہوتا ہے، عموماً یہ باتیں ہوتی ہیں۔ یعنی تصور میں باتیں نہیں میں کر رہا ایسے معاملات آتے ہیں اور کئی جگہ ایسے لین دین میں، ایسے معاملوں میں کئی لوگوں کے قضا میں، امور عامہ میں، جماعت میں یا ملکی عدالتوں میں کیس چلتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ وہی جو ایک وقت میں ہم پیالہ ہم نوالہ ہوتے تھے۔ اکٹھے بیٹھتے تھے، اکٹھے کھاتے تھے، پیتے تھے، بڑی پکی دوستیاں ہوتی تھیں، ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوئے ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف عدالتوں میں جھوٹی گواہیاں بھی تلاش کرنی پڑیں تو تلاش کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل نہ کرنے کے نتیجے میں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے جس کو اپنی مخلوق کا علم ہے کہ کس قسم کے ذہن ہیں ایسے لین دین کی تحریر لکھنے کا طریق بھی بتا دیا کہ کس طرح لکھی جائے اور کون لکھوائے۔ تو تحریر لکھوانے کی ذمہ داری قرض لینے والے پر ڈال دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے کہ ﴿وَلْيُمْلِلِ الَّذِىْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا﴾۔ یعنی وہ لکھوائے جس کے ذمے دوسرے کا حق ہے۔ اور لکھوانے والا اللہ، اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرے اور اس میں سے کچھ بھی کم نہ کرے۔ یعنی جس نے قرض لیا ہے وہ لکھوائے ۔اس کی وجہ مثلاً ایک تو یہ ہے کہ جس کے ذمے قرض ہے وہ خود ہی وضاحت کرے کہ اتنا قرض میں نے لیا ہے اور اس قرض کی جو رسید بنے اس میں واپسی کی شرائط بھی اس طرح ہی لکھی جائیں جس طرح قرض لینے والے نے کہی ہیں مثلاً اگر قسطیں ہیں تو لکھا جائے کہ اتنی قسطیں ہیں۔ عرصہ معین ہے تو لکھا جائے کہ اتنا عرصہ ہے وغیرہ۔ تاکہ قرض لینے والا یہ نہ کہے کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ اور زبردستی یا دھوکے سے بعض الفاظ گھما پھرا کر معاہدے میں ایسے لکھ دیئے گئے ہیں جو مجھ پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ تو اس سے بچنے کے لئے کہا کہ قرض لینے والا خود

ہی الفاظ بنالے اور یہ بات بھی صرف آپ کو اسلامی معاشرے میں ہی نظر آئے گی، اسلام کی تعلیم میں ہی نظر آئے گی پھر قرض دینے والے کو ثواب کا حقدار قرار دیا گیا ہے۔ کہ اگر وہ قرض دیتے وقت سہولت والی شرطیں منظور کر لے تو اس کو ثواب ملے گا۔ آجکل دنیا میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ قرض دینے والا، اپنی شرطیں ڈکٹیٹ کرا رہا ہوتا ہے۔ اسلام کی تعلیم میں قرض لینے والا اپنی شرائط پہ قرض لے رہا ہے۔ اور قرض دینے والے کو یہ حکم ہے کہ تم شرائط مان لو تم کو اس کا بڑا اجر ملے گا۔ (آگے اس بارے میں کچھ حدیثوں کا ذکر کروں گا)۔

پھر یہ کہ قرض لینے والا جب اپنی شرائط پر قرض لے لے گا تو پھر پابند بھی ہوگا کہ ان کو پورا کرے۔ اس کو پھر یہ شکوہ نہیں ہوگا اور نہ ہونا چاہئے کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ پھر قرض خواہ کے خلاف کسی قسم کی شکایت نہیں ہوگی۔ تو یہ اسلامی معاشرے کی خوبصورتی ہے کہ ضرورت مند کے لئے ضرورت مہیا کرنے کے ضرورت باہم پہنچانے کے سامان پیدا کئے گئے ہیں۔ پھر یہ کہ اگر دونوں کو لکھنا نہ آتا ہو تو اپنے واقفوں میں سے اپنے قریبیوں میں سے اپنے عزیزوں میں سے کسی کو تلاش کر لو جو لکھنا جانتا ہو تو اس سے تحریر لکھواؤ۔ اور اس بات کو اتنی اہمیت دی ہے کہ لکھنے والے کو بھی کہہ دیا کہ ایک تو انصاف سے لکھو انصاف سے تحریر بناؤ، کسی کی قرابت داری یا عزیز داری تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تحریر میں کسی فریق کی ناجائز حمایت کر دو اور پھر یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو علم دیا ہے یعنی لکھنا سکھایا ہے تو وہ تمہیں اس بات کا بھی حکم دیتا ہے کہ جب بھی کسی تحریر لکھوانے کا معاملہ تمہارے پاس آئے تو تم نے انکار نہیں کرنا۔ سارے معاشرے کو اکٹھا جوڑ دیا ہے۔ پھر یہ بھی کہ جس نے قرض لیا ہے اس بات کی طاقت نہیں رکھتا اتنا پڑھا لکھا نہیں یا ذہنی طور پر کم ہے تو اس کی کم علمی یا بیوقوفی سے فائدہ اٹھا کر کوئی قرض دینے والا اس کو نقصان نہ پہنچا دے۔ اس لئے فرمایا کہ اس کا کوئی قریبی عزیز یا ولی اس کی طرف سے تحریر لکھوائے۔ یا بعض دفعہ بعض نابالغ ایسے ہوتے ہیں جن کی جائیداد ہوتی ہے ان سے بھی بعض لوگ قرض لے لیتے ہیں۔ اس طرح بھی بعض دفعہ ہوتا ہے کہ کسی کو قرض کی تھوڑی سی رقم دے کر، بے وقوف بنا کر، اس کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر اس سے کئی گنا سود منافع کا نام دے کر لے لیتے ہیں اس سے بھی بچانا فرض ہے۔ پھر اتنی احتیاط کی گئی ہے کہ کوئی وقت ایسا بھی آ سکتا ہے جب کسی قسم کی بدظنیاں پیدا ہو جائیں ہر کوئی اپنے مطلب کی بات کرنے لگ جائے اور جھگڑے اور رنجشیں پیدا ہونی شروع ہو جائیں تو اس سے بچنے کے لئے فرمایا کہ جب یہ تحریر مکمل ہو جائے تو اس پر گواہوں سے گواہی بھی ڈلوالو جیسا کہ فرماتا ہے ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ﴾ یعنی اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ ٹھہراؤ۔ اور پھر آگے فرمایا اگر دو مرد نہ ہوں تو دو عورتیں، ایک مرد کی جگہ دو عورتیں گواہی ڈال سکتی ہیں۔ دو کی شرط اس لئے رکھی کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسرا اس کو یاد کروا دے۔ تو یہاں ایک اور بھی مسئلہ حل ہو گیا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ تو دیکھیں کتنی تاکید کی گئی ہے اس طرح پورا طریق کار بتا دیا گیا ہے۔ اور پھر اسی آیت میں دو دفعہ فرمایا کہ اگر تم اس طریق کار پر عمل کرنے والے نہیں تو پھر تم تقویٰ سے بھی دور جانے والے ہو گے۔ اور یہ تقویٰ کی تلقین فریقین کو بھی کی، لکھنے والے کو بھی کی اور گواہوں کو بھی کی۔ اور آخر پر یہ بھی فرما دیا کہ شاید کسی طرح ایک دوسرے کو دھوکہ دے سکو یا حقوق دبا لو یا احسن طریق پر ادا نہ کرو، کسی طرح گواہوں پر پریشر ڈال کر دباؤ ڈال کر جس طرح آجکل اکثر ہوتا ہے اپنے مطلب کی بات کہلوا لو تو یاد رکھو کہ لوگوں کو تو شاید دھوکہ دے لو لیکن اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا۔ وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اسے علم ہے اصل لین دین کن شرائط پر ہوا تھا اس کے علم میں ہے اصل تحریر کیا تھی، اگر تحریر میں کوئی ردوبدل کرو گے تو وہ تمہیں ضرور پکڑے گا۔ یا گواہوں پر دباؤ ڈالو گے تو تمہیں اس کی بھی سزا ملے گی کیونکہ یہ بھی گناہ ہے۔

اس لئے ہر ایک کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ چاہے وہ کاروباری لین دین ہو یا ذاتی لین دین سوائے نقد لین دین کے کہ وہاں اجازت ہے اس کے علاوہ جس قسم کا بھی اور جب بھی کوئی ایسا لین دین ہو جس میں کچھ وقفہ پڑتا ہو، جہاں بھی ادھار یا قرض کی صورت بنے تو ایک تحریر ہونی چاہئے۔ آجکل بہت سے کاروبار زبانی باتوں پر ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر ادھار بھی چل رہے ہوتے ہیں۔ اور اکثر اس طرح ہوتا ہے کہ جو پارٹی شریف ہوتی ہے جس کے پاس بڑا جتھہ نہیں ہوتا (کیونکہ کاروباری لوگوں نے بہت بڑے بڑے جتھے بنائے ہوتے ہیں) تو ان کی رقمیں ماری جاتی ہیں۔

تو احمدیوں کو چاہئے کہ زمانے کے رواج کو چھوڑیں۔ جو خدا کا حکم ہے اس کے مطابق ایسے لین دین کی کارروائی کیا کریں اور اسی میں سب کی بچت ہے۔ پھر بعض دفعہ بعض روزمرہ کی ضروریات کے لئے یا سفر کے دوران ضرورت کے پیش آنے پر کوئی شاپنگ کی اور رقم کم ہو گئی یا خرید و فروخت کی ہے اور رقم کم ہو گئی یا کوئی چیز پسند آئی تو خریدنے کی خواہش پیدا ہوئی اور کسی دوست سے کسی عزیز سے کسی رشتہ دار سے قرض لے لیا، یہاں ایک چیز واضح کر دوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تھوڑی سی رقم ادھار لی تھی۔ ان کے نزدیک ادھار اور قرض میں فرق ہے، حالانکہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ یہاں بھی بعض اوقات بعض لوگ یا دوست آتے ہیں پھر اپنے دوستوں سے رقمیں بھی لے لیتے ہیں کہ واپس جا کے ادا کر دیں گے یا اگر کسی نے اپنے وہاں کسی عزیز کو رقم دینی ہو تو کہہ دیتے ہیں اتنی رقم مجھے دے دو میں پاکستان جا کے اس کو روپوں میں دے دوں گا۔ یا کسی ملک میں بھی جہاں رہتے ہوں وہاں جا کر تمہارے عزیز رشتہ دار کو وہاں کی مقامی کرنسی میں دے دوں گا۔ اور پھر بعض دفعہ ہوتا یہ ہے کہ واپس پہنچ کے ٹال مٹول سے کام لینے لگ جاتے ہیں کہ ابھی انتظام نہیں ہوا اگلے مہینے یا دو مہینے بعد دے دوں گا۔ تو بعض دفعہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں پھر رنجشیں پیدا کرتی ہیں۔ بہرحال ایسی صورت میں بھی تحریر بنا لینی چاہئے اور دینے والا جس کو رقم دی گئی ہے اس سے تحریر لکھوائے کہ اتنی رقم فلاں کرنسی میں فلاں رشتہ دار کو دینی ہے۔ اس طرح کی کوئی تحریر بن سکتی ہے۔ اس طرح کریں گے تو بہت سارے جھگڑے، رنجشیں ختم ہو جائیں گی بلکہ پیدا ہی نہیں ہوں گی۔ یہاں بھی اکثر تو مہمان چلے گئے ہیں کچھ ٹھہرے بھی ہوئے ہیں جلسے پہ بھی لوگ آتے ہیں۔ جلسے پہ مہمان آئے ہوتے ہیں۔ ان سے میں یہی کہوں گا کہ وہ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں یا دوستوں سے سوائے اشد مجبوری کے کسی بھی قسم کی رقم کا مطالبہ نہ کریں۔ قرض یا ادھار سے بچنے کی کوشش کریں، جتنا زیادہ پرہیز کریں گے اتنا ہی زیادہ بہتر ہوگا۔

ادھار کے ضمن میں مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔ کسی نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ شروع میں جب ربوہ آباد ہوا ہے، چند ایک اس وقت ربوہ میں دکانیں ہوتی تھیں۔ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازار سودا لینے کے لئے گئے، ان کے ساتھ خدمتگار تھا۔ تو میاں صاحب نے بازار سے کچھ سودا خریدا۔ جب رقم کی ادائیگی کرنے لگے تو رقم دیکھی تو پوری نہیں تھی۔ خیر جو صاحب ساتھ تھے، جو خدمتگار ساتھ تھے انہوں نے وہ رقم ادا کر دی اور سامان کا بیگ اٹھا لیا۔ گھر پہنچے تو انہوں نے وہ بیگ اندر دینا چاہا تو میاں صاحب نے کہا نہیں ٹھہریں، دروازے کے باہر رکیں۔ میں آتا ہوں۔ اندر گئے اور اندر سے جا کے رقم لے کر آئے اور ان کے ہاتھ پر رکھ دی اور پھر سامان کا تھیلا پکڑ لیا اور فرمایا کہ اب مجھے دے دو کیونکہ جب تک میں نے تمہیں پیسے نہیں دیئے تھے، یہ سامان میرا نہیں تھا۔ یہ تمہارا تھا اور اب پیسے میں نے ادا کر دیئے ہیں، اس لئے یہ اب مجھے دے دو۔ تو ایسی مثالیں اگر معاشرے میں قائم ہونے لگ جائیں تو بہت سارے جھگڑے فساد کبھی پیدا ہی نہ ہوں۔ تو یہ چند باتیں تھیں جو میں نے قرض دینے والے اور قرض لینے والے کو کیا طریق اختیار کرنا چاہئے، اس کے بارے میں کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیا طریق سکھایا ہے، جس پر عمل کر کے ہم معاشرے میں کسی قسم کی بدمزگی پیدا نہ ہونے دیں۔

اب اس ضمن میں چند باتیں اور کرنا چاہتا ہوں کہ قرض دینے والا اپنے مقروض سے کیا سلوک کرے اور جس نے قرض دینا ہے اس نے کس طرح اس کی واپسی کی فکر کرنی چاہئے تا کہ باہم محبت اور پیار اور بھائی چارے کی فضا قائم رہے کسی بھی قسم کے لڑائی جھگڑے اور مقدمہ بازی کی نوبت نہ آئے تو پہلے جو قرض خواہ یا قرض دینے والا ہے اس کے بارے میں کچھ کہوں گا کہ اس کو کس حد تک اپنے قرض کے مطالبے میں نرمی کرنی چاہئے، سہولت دینی چاہئے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ﴿وَاِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۔ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرة:281) جب کوئی تنگدست ہو تو اسے آسائش تک مہلت دینی چاہئے اور اگر تم خیرات کر دو یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہے اگر تم کچھ علم رکھتے ہو یعنی قرض خواہ کو کہا گیا ہے کہ اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ قرض دار بہت تنگدست ہو تو بہتر یہ ہے کہ یا تو اس کو سہولت دو کہ وہ آسان قسطوں پر قرض واپس کر دے یا پھر اگر وہ بہت ہی زیادہ مجبور ہے اور تم اس قابل ہو کہ اس کا قرض معاف کر سکو اور تمہارے حالات ایسے ہیں کہ تمہیں کوئی فرق نہ پڑتا ہو تو بہتر یہ ہے کہ معاف کر دو اور یاد رکھو کہ تمہیں یہ پتہ ہونا چاہئے اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کے بے پناہ فضلوں کو حاصل کرنے والے ہو گے۔ اور اگر تم اپنے مقروض کو تنگ کرو گے سختی کرو گے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ بھی تم پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اس کے بہت سارے تم پر احسانات ہیں۔ تمہاری ضروریات پوری کر رہا ہے۔ یہ بھی اگر اس طرح حساب لینا شروع کر دے تو پھر تو تم مشکل اور مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ اس لئے ہمیشہ نرمی کا سلوک کرو۔

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

Nayaab Travel Fernreisen

احمدی احباب کے لئے ڈسلڈورف میں دنیا بھر کے خوشگوار سفر اور کم قیمت ٹکٹوں کے لئے ایک ہی نام۔ نایاب ٹریول۔

مزید معلومات اور فوری بکنگ کے لئے بی۔ بیگ سے رابطہ کریں

Tel: 00 49 - 211 - 2205611   Fax: 00 49 - 211 - 220 5613

e-mail: nayaab@web.de

Pionier Str. 15 40215 - Dusseldorf (Germany)

ایک حدیث میں آتا ہے ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی سے قرض کی رقم لینی ہو اور وہ اس کو مقررہ میعاد گزرنے کے بعد بھی مہلت دیتا ہے تو ہر وہ دن جو مہلت کا گزرتا ہے وہ اس کے لئے صدقہ ہوگا“۔(مسند احمد بن حنبل جلد4 صفحہ 442مطبوعہ بیروت)

تو یہ اس قرآنی حکم کی مزید تشریح ہوگئی کہ تمہاری یہ مہلت، تمہاری یہ سہولت جو تم نے اپنے مقروض بھائی کے لئے مہیا کی ہے تمہارے ثواب میں اضافہ کا باعث بن رہی ہے۔ ایک تو قرض کا ثواب کما رہے ہو، دوسرے صدقے کا ثواب کما رہے ہو۔ کیونکہ قرض دینے کا بھی ثواب ہے اور صدقے سے زیادہ کا ثواب ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ”آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسراء والی رات میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقے کی جزا دس گنا ہوگی اور قرض دینے کی جزا اٹھارہ گنا ملے گی۔ میں نے پوچھا اے جبرائیل! قرض صدقہ سے افضل کیوں ہے؟ (تو جبرائیل نے) جواب دیا کہ سائل اس حال میں سوال کرتا ہے کہ اس کے پاس کچھ ہوتا ہے جبکہ قرض لینے والا صرف ضرورت کے وقت ہی قرض مانگتا ہے“۔(سنن ابن ماجه كتاب الاحكام باب القرض)۔ تو اس میں قرض لینے والوں کے لئے بھی ایک سبق ہے، نصیحت ہے کہ سوائے اشد مجبوری کے قرض نہ مانگیں ورنہ ان کا شمار بھی صدقہ کھانے والوں میں ہوگا۔

”آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی دعا قبول ہو اور اس کی تکلیف دور ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ تنگدست مقروض کو سہولت دے“۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2صفحہ23 مطبوعہ بیروت)

تو تنگدست مقروض بھائیوں کی ضرور مدد کرنی چاہے لیکن بعض لوگوں نے جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ قرض لینے کو بھی پیشہ بنا لیا ہے۔ کام کچھ نہیں کریں گے، مانگنے کا ذرا بہتر طریقہ یہ اختیار کر لیا کہ قرض دے دو اور اتارنے کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔

حضرت ابوقتادہؓ کے بارے میں آتا ہے کہ ”ایک مسلمان پر ان کا کچھ قرض تھا تو جب یہ تقاضا کرنے جاتے تو یہ چھپ رہتا تھا، (چھپ جاتا تھا)۔ تو ایک روز گئے تو اس شخص کے لڑکے سے معلوم ہوا کہ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں (تو اس کو انہوں نے) آواز دے کر کہا کہ باہر نکلو مجھے معلوم ہو گیا ہے (کہ تم اندر ہو) اب چھپنا بے کار ہے اور پھر جب وہ باہر آئے تو چھپنے کی وجہ معلوم کی۔ اس نے کہا بات یہ ہے کہ میں بڑا تنگدست ہوں، میرے پاس کچھ نہیں ہے اس کے ساتھ عیال دار ہوں، (بچے بھی بہت ہیں، خاندان بھی بڑا ہے، تو انہوں نے) پوچھا واقعی تمہارا یہی ہے تو اس نے کہا خدا کی قسم میرا یہی حال ہے تو اس پہ ابو قتادہ آبدیدہ ہو گئے اور انہوں نے اس کو سارا قرض معاف کر دیا“۔(سير صحابه جلد3 صفحه200)۔ یہاں جو صورت نظر آ رہی ہے اس میں دوسرے مسلمان کا شرمندگی کا پہلو نظر آ رہا ہے۔ اس خیال سے کہ میں وعدے کے مطابق قرض نہیں اتار سکا کوئی صورت نظر نہیں آ رہی، سامنے جاؤں گا تو باتیں بھی سنوں گا، شرمندگی بھی اٹھانی پڑے گی تو اس وجہ سے وہ چھپے رہتے تھے لیکن صحابہؓ جن کی ٹریننگ آنحضرت ﷺ سے براہ راست ہوئی تھی ان کے دل بھی نرم تھے اور وہ پہچانتے بھی تھے کہ کون صحیح ہے اور کون غلط۔ ان میں کافی فراست ہوتی تھی تو انہوں نے اس کا جائزہ لیا۔ اس سے بات کی اور پھر قرض معاف کر دیا۔ یہ آجکل کے لوگ بعض لوگوں کی طرح نہیں ہیں کہ قرض بھی لے لیتے ہیں اور اس کے بعد ڈھٹائی سے کہہ دیا کہ ابھی حالات نہیں، ابھی واپس نہیں کر سکتے اور واپس کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آسانی پیدا کرنے والے (سخی) آدمی پر رحم فرمائے جب وہ خرید و فروخت کرتا ہے اور جب وہ قرضے کی واپسی کا تقاضا کرتا ہے“۔(بخاری كتاب البيوع با ب السهولة والسماحة في الشراء والبيع ومن طلب حقا فليطلبه في عفاف)۔ یعنی کاروبار میں بھی ناجائز منافع لوٹ مار نہیں کرتا بلکہ مناسب منافع رکھتا ہے اور جب کسی قرضدار سے قرض واپس نہیں ہوتا اس سے نرمی کا سلوک کرتا ہے کیونکہ ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحم کر رہا ہوتا ہے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں سے پھر رحم کا سلوک فرماتا ہے۔

پھر ایک روایت ہے ”حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو جنت میں داخل کیا جو خریدتے وقت اور بیچتے وقت قرض دیتے وقت اور قرض کا تقاضا کرتے وقت آسانی پیدا کرتا تھا“۔

(سنن نسائی كتاب البيوع باب حسن المعاملة والرفق في المطالبة)

پھر ایک روایت آتی ہے آپؐ نے فرمایا کہ ”جس شخص نے تنگدست مقروض کو قرضہ کی ادائیگی میں مہلت دی یا معاف کر دیا تو قیامت کے دن جب اللہ کے سائے کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عرش کے نیچے سایہ عطا فرمائے گا“۔

(ترمذی كتاب البيوع ما جاء في انظار المعسر والرفق به)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ ”آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک تاجر لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا اگر وہ کسی تنگدست شخص کو دیکھتا تو اپنے ملازموں کو کہتا اس سے صرف نظر کرو۔ شاید اللہ تعالیٰ ہم سے بھی صرف نظر فرمائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے صرف نظر فرمایا“۔(بخاری كتاب البيوع با ب من انظر موسرا)۔ پس جن کو توفیق ہو ان کو جس حد تک ممکن ہو سہولت مہیا کرنی چاہئے، بجائے لڑائی جھگڑوں اور عدالتوں کے۔

اب میں جو قرض لینے والے ہوتے ہیں ان کو کس قسم کا نمونہ دکھانا چاہئے، ان کے بارے میں کچھ بتاؤں گا کہ قرض کی واپسی کس طرح کرنی چاہئے۔ اور کتنی فکر سے اور کتنی جلدی کرنی چاہئے۔ اس سلسلے میں تو سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کا اپنا نمونہ ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ ”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور آپؐ سے (قرض کی واپسی کا) تقاضا کیا اور شدت سے کام لیا، سختی سے بات کی تو صحابہؓ نے اس کو مارنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو صاحب حق ہے۔ (یعنی جس نے قرض لینا ہو) اس کو کہنے کا حق ہے پھر فرمایا اس کے اونٹ کی مانند اس کو اونٹ دے دو تو صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ ہے (ویسا نہیں بلکہ اس سے بہتر ہیں) تو آپؐ نے فرمایا اس کو وہی دے دو، تم میں سے بہتر وہ ہے جو (قرض کی) ادائیگی میں بہترین انداز اپناتا ہے۔(بخاری كتاب الوكالة باب الوكالة في قضاء الديوان)۔ تو قرض لینے والے بھی یاد رکھیں کہ جب قرض لیں تو اس نیت سے لیں کہ ایک تو جلد واپس کرنا ہے اور جب واپس کرنا ہے تو احسن طریق پر کوشش کر کے، اگر بڑھا کے واپس کرنا ہے تو یہ سب سے اچھا طریقہ ہے۔ اور یہ بڑھا کر واپس دینا سود نہیں ہے بلکہ یہ احسان ہے۔ وہ شکریہ کے جذبات ہیں کہ ضرورت کے وقت کوئی شخص آپ کے کام آیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ”شرع میں سود کی یہ تعریف ہے کہ ایک شخص اپنے فائدے کے لئے دوسرے کو روپیہ قرض دیتا ہے اور فائدہ مقرر کرتا ہے۔ یہ تعریف جہاں صادق آوے گی وہ سود کہلاوے گا لیکن جس نے روپیہ لیا ہے اگر وہ وعدہ وعید تو کچھ نہیں کرتا اور اپنی طرف سے زیادہ دیتا ہے اور دینے والا اس نیت سے نہیں دیتا کہ سود ہے تو وہ سود میں داخل نہیں ہے، وہ بادشاہ کی طرف سے احسان ہے۔ پیغمبر خدا نے کسی سے ایسا قرضہ نہیں لیا کہ ادائیگی کے وقت اسے کچھ نہ کچھ ضرور زیادہ (نہ) دے دیا ہو۔ یہ خیال رہنا چاہئے کہ اپنی خواہش نہ ہو خواہش کے برخلاف جو زیادہ ملے وہ سود میں داخل نہیں ہے“۔(ملفوظات جلد 3صفحہ166-167 ۔جدید ایڈیشن)

پھر ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”دولت مند کا (قرض ادا کرنے میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اگر تم میں سے کسی کو ٹال مٹول کرنے والے کا پیچھا کرنے کو کہا جائے تو چاہئے کہ وہ (اس ٹال مٹول کرنے والے کا) پیچھا کرے“۔(بخاری كتاب الحوالة باب الحوالة وهل يرجع في الحوالة)۔ یعنی اس کو مجبور کر کے اس کو قرض واپس دلوائے۔ تو بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کہ قرض لے لیا اور واپس نہیں کرتے۔ بینکوں سے لے لیتے ہیں اور نیت یہی ہوتی ہے کہ بہت ہی کوئی پیچھے پڑے گا تو واپس کریں گے ورنہ نہیں کریں گے۔ پاکستان وغیرہ اور ایسے ملکوں میں بڑے بڑے لوگ یہی کرتے ہیں قرض لے لیتے ہیں اور پھر سالوں ان کے پیچھے بینک پھرتے رہتے ہیں پھر جب کبھی زور چلا تو مل ملا کے معاف کروا لیا۔ اگر ایسے لوگوں کو کوئی کہے کہ صدقہ لے لو تو بڑا برا منائیں گے کہ ہمیں کہہ رہے ہو، اتنے امیر آدمی کو صدقہ لے لو، لیکن قرض جو اس طرح مارنے والے ہیں وہ صدقہ کھانے والے ہی ہیں یا قرض لینا بھی ایک قسم کا صدقہ ہی ہے، اس کو ہضم کر جاتے ہیں اور کوئی فکر نہیں ہوتی، بہرحال جماعت میں بھی بعض اوقات بعض واقعات ایسے ہو جاتے ہیں اور پھر نظام جماعت ان کو حق دلوانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ ہمیں چاہئے

fozman foods

BUYING GROUP FOR GROCERS & C.T.N. SHOPS

2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX

TEL: 020 8553-3611

کہ سارے احتیاط سے کام لیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”قرض ادا کر سکنے والے کا ٹال مٹول کرنا (یعنی جس کو توفیق ہو کہ قرض ادا کر سکے اس کا پھر ٹال مٹول کرنا) اس کی آبرو اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔ (ابوداؤد)۔ تو ایسے لوگوں کے خلاف جماعت کے اندر جب نظام جماعت حرکت میں آتا ہے تو کہتے ہیں کہ دیکھو یہ ہماری خاندانی عزت سے کھیلا گیا۔ فلاں عہدیدار نے ہماری بے عزتی کی یا قضا نے ہمیں غلط سزا دی۔ تو ایسے لوگ جو صاحب استطاعت ہوں، استطاعت رکھتے ہوں اور پھر تعاون نہ کریں تو اس حدیث کی رو سے ان سے ایسا سلوک جائز ہے۔ اگر ان کی بے عزتی بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں اور جب نظام جماعت ایسا سلوک کرتا ہے تو ان کو پھر شور مچانے کا بھی کوئی حق نہیں ان کو پہلے ہوش کرنی چاہئے۔

پھر ایک روایت میں آتا ہے ”جس شخص نے لوگوں سے واپس کرنے کی نیت سے مال (قرض پر) لیا اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے ادائیگی کرا دے گا۔ اور جو شخص مال کھا جانے اور تلف کر جانے کی نیت سے لے گا اللہ تعالیٰ اسے تلف کر دے گا“۔ (بخاری کتاب الاستقراض واداء الدیوان۔باب من اخذ اموال الناس یرید اداء ھا واتلافھا)۔ تو نیت نیک ہونی چاہئے اللہ تعالیٰ بھی مدد فرماتا ہے اور اگر بری نیت ہوگی تو اس میں برکت بھی نہیں ہوگی۔ پس نیتوں کو صاف رکھنا چاہئے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ بعض لوگ صرف قرض اس لئے لے لیتے ہیں کہ چلو سہولت میسر آ گئی ہے، کہیں سے لے لو واپس تو کرنا نہیں تو ایسے لوگ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ نہیں لیتے بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کے مورد ٹھہرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ تو مقروض کے بارے میں اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ آپؐ جنازہ بھی نہیں پڑھایا کرتے تھے۔

حضرت سلمٰی بن اَکْوَع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک جنازہ لایا گیا اور نماز جنازہ پڑھنے کی درخواست کی گئی آپؐ نے پوچھا اس کے ذمہ قرض ادا کرنا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں (پھر) پوچھا کیا اس نے کچھ ترکہ چھوڑا ہے؟ جواب دیا گیا کہ نہیں۔ آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

پھر ایک اور جنازہ لایا گیا، صحابہؓ نے درخواست کی یا رسول اللہ! اس کی نماز جنازہ پڑھیں آپؐ نے پوچھا کیا اس کے ذمے قرض ادا کرنا ہے؟ عرض کیا گیا ہاں! (پھر) پوچھا کیا کوئی چیز اس نے ترکے میں چھوڑی ہے؟ عرض کیا تین دینار، آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی۔ پھر تیسرا جنازہ لایا گیا صحابہ نے عرض کیا حضور اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں آپؐ نے فرمایا کیا اس نے کوئی چیز (ترکہ میں) چھوڑی ہے۔ صحابہ نے کہا نہیں، پھر دریافت کیا کیا اس کے ذمے کوئی قرض ہے، صحابہ نے عرض کیا تین دینار ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھو۔ (یعنی آپؐ نے نہیں پڑھائی اور کہا کہ دوسرے پڑھ لیں)۔ تو ابوقتادہ نے عرض کی یا رسول اللہ! اس کا جنازہ پڑھا دیں۔ اس کا قرض میرے ذمہ ہے اس پر آنحضورؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی“۔

(بخاری کتاب الحوالۃ باب ان احال دین المیت علی رجل جاز)

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ خدری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں کفر اور قرض سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں (یہ آپؐ دعا کر رہے تھے) ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا قرض کا معاملہ کفر کے برابر کیا جائے گا؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں“۔ (مسند احمد بن حنبل مسند باقی المکثرین)۔ بہت بڑا انذار ہے۔ ایک طرف تو ہم ایمان لانے کا دعویٰ کریں مومنوں میں شمار ہونے کی خواہش کریں دوسری طرف بلاوجہ قرضوں میں پھنس کر دین سے دور ہٹ رہے ہوں۔ قرض ادا کرنے کے معاملے میں لیت و لعل سے کام لینے والے ہوں اور کفر کی طرف بڑھ رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب کو محفوظ رکھے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں گناہوں اور قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں کسی کہنے والے نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے قرض کے بارے میں کتنی ہی زیادہ پناہ طلب کرتے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک شخص جب مقروض ہو جاتا ہے تو بات کرتے ہوئے جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کر کے خلاف ورزی کرتا ہے“۔ (بخاری کتاب الاستقراض واداء الدیوان باب من استعاذ من الدین)

اس سے پہلی حدیث کی بھی مزید وضاحت ہو گئی تو پھر جھوٹ اور وعدہ خلافی جب بڑھنے شروع ہوتے ہیں یہ کفر کی طرف لے جاتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ”عدل کی حالت یہ ہے جو متقی کی حالت نفس امارہ کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس حالت کی اصلاح کیلئے عدل کا حکم ہے اس لئے نفس کی مخالفت کرنی پڑتی ہے مثلاً کسی کا قرضہ ادا کرنا ہے لیکن نفس اس میں یہی خواہش کرتا ہے کہ کسی طرح سے اس کو دبا لوں اور اتفاق سے اس کی میعاد بھی گزر جاوے۔ اس صورت میں نفس اور بھی دلیر اور بے باک ہوگا کہ اب تو قانونی طور پر بھی کوئی مواخذہ نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ ٹھیک نہیں، عدل کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا دین واجب ادا کیا جاوے اور کسی حیلے سے اور عذر سے اس کو دبایا نہ جاوے۔

(فرمایا) مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض لوگ ان امور کی پرواہ نہیں کرتے اور ہماری جماعت میں بھی ایسے لوگ ہیں جو بہت کم توجہ کرتے ہیں اپنے قرضوں کے ادا کرنے میں۔ یہ عدل کے خلاف ہے۔ آنحضرت ﷺ تو ایسے لوگوں کی نماز نہ پڑھتے تھے۔ پس تم میں سے ہر ایک اس بات کو خوب یاد رکھے کہ قرضوں کے ادا کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہئے اور ہر قسم کی خیانت اور بے ایمانی سے دور بھاگنا چاہئے کیونکہ یہ امر الٰہی کے خلاف ہے“۔ (ملفوظات جلد4 صفحہ607 جدید ایڈیشن)

آپؑ کا اپنا نمونہ کیا تھا۔ ایک پیش کرتا ہوں۔ ایک دفعہ آپؑ نے حضرت نواب محمد علی خان صاحب سے پانچ سو روپے قرض لیا تو اس کے بعد آپؑ نے ان کو خط لکھا اس میں لکھا کہ باعث تکلیف دہی یہ ہے کہ کیونکہ اس عاجز نے پانچ سو روپے آں محبّ کا قرض دینا ہے، مجھے یاد نہیں کہ میعاد میں سے کیا باقی رہ گیا ہے اور قرضے کا ایک نازک اور خطرناک معاملہ ہوتا ہے۔ میرا حافظہ اچھا نہیں۔ یاد پڑتا ہے کہ پانچ برس میں ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور کتنے برس گزر گئے ہوں گے۔ عمر کا کچھ اعتبار نہیں۔ آپ براہ مہربانی اطلاع بخشیں کہ کس قدر میعاد باقی رہ گئی ہے تا حتی الوسع اس کا فکر رکھ کر بتوفیق باری تعالیٰ میعاد کے اندر اندر ادا ہو سکے اور اگر ایک دفعہ نہ ہو سکے تو کئی دفعہ کر کے میعاد کے اندر بھیج دوں (یعنی قسطیں مقرر کر دوں)۔ امید ہے کہ جلد اس سے مطلع فرمائیں گے تا میں اس فکر میں لگ جاؤں کیونکہ قرضہ بھی دنیا کی بلاؤں میں سے ایک سخت بلا ہے۔ اور راحت اسی میں ہے کہ اس سے سبکدوشی ہو جائے“۔

(حضرت حجۃ اللہ نواب محمد علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ۔

مرتبہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے، صفحہ 762 تا 764)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکامات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ہر کام میں وہ اعلیٰ نمونے قائم ہوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جن کی ہمیں تلقین فرمائی ہے۔ قرضوں کی لین دین کی شرائط ان احکامات کے مطابق کرنے والے ہوں اور قرضوں کی واپسی کا تقاضا بھی ہم تقویٰ کی راہوں پر چلتے ہوئے کرنے والے ہوں۔ اور قرضوں کے حصول کی کوشش بھی صرف اس وقت ہو جب اشد مجبوری ہو۔ اور پھر ان قرضوں کی ادائیگی کی بھی فکر ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے ہوئے ان قرضوں سے نجات حاصل کرنے کیلئے جھکنے والے ہوں۔ ان معاشرے کے بہت سے فساد اسی لین دین کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو ان سے بچائے۔ اور جماعت احمدیہ کے معاشرے کو ان بکھیڑوں سے پاک رکھے۔ جب اللہ تعالیٰ کے حضور جھکیں گے اور کوشش بھی یہ ہوگی کہ قرضے ادا کرنے ہیں اور ان کی فکر کرو گے تو اللہ تعالیٰ خود ہی سامان بھی اپنے فضل سے پیدا فرما دیا کرتا ہے۔

ایک نسخہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی روایت میں ملتا ہے ”کسی شخص نے آپؓ سے کہا کہ 25 ہزار روپے کا مقروض ہو گیا ہوں تو آپؓ نے فرمایا اس کے تین علاج ہیں (بہت زیادہ) (۱) استغفار کرو، (۲) فضول خرچی چھوڑ دو۔ (سارے اپنا اپنا جائزہ لیں تو یہی باتیں سامنے آتی ہیں) اور (۳) ایک پیسہ بھی ملے تو قرض خواہ کو دے دو۔ (حیات نور۔ مرتبہ مولانا عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مل)۔ یعنی یہ نہیں کہ پوری رقم ملے گی کہیں سے تو قرض ادا ہوگا بلکہ جتنی کم سے کم بھی رقم ملتی ہے کوشش یہ کرو کہ قرض ادا کرنا ہے اور اس کی ادائیگی کرتے چلے جاؤ۔ تو جو بھی مقروض ہیں وہ یہ نسخہ بھی آزمائیں۔ بہت سوں نے اس کو آزمایا ہے، کئی روایتیں ہیں، بڑا فائدہ اٹھایا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو قرضے کی مشکلات سے نکالے اور اپنی رضا کی راہوں پر ہمیں چلائے۔ (آمین)

M. S. DOUBLE GLAZING LTD
Supplier & Installers
UPVC Windows, Doors, Porches, Patio Doors, Conservatries
For Friendly Quote Please Contact: Muhammad Sajid Qamar
Tel: 020 8664 8040 Mobile:07734470783 Fax: 020 8665 6685
Free Estimate, Grade 'A' Quality Material, Competitive Price, 10Years Guarantee
احمدی بہن بھائیوں کے لئے خوشخبری! ڈبل گلیزنگ کا نہایت معیاری کام۔ اے گریڈ کوالٹی کا میٹریل مناسب دام

بقیہ: صحابہ کرامؓ کی باہمی محبت
واخوت از صفحہ نمبر ۴

قُلُوْبِهِمْ﴾(الانفال:۶۴)
یعنی جو تالیف ان میں ہے وہ ہرگز پیدا نہ ہوتی خواہ سونے کا پہاڑ بھی دیا جاتا اب ایک اور جماعت مسیح موعود کی ہے جس نے اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرنا ہے...‘‘(ملفوظات جلد ۱ ص۲۷)

سو صحابہ کا یہی رنگ ایک دفعہ پھر افق پر قوس قزح کی مانند مشاہدے میں آیا، زمان ومکان کی دوریوں کو ایک مرتبہ پھر قرب میں بدلا گیا اور صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا کی نوید سنائی گئی، محبتوں کے وہ دیپ جو عرب کے ریگزاروں میں جلائے گئے ان کی مدھم پڑتی لَو کو قادیان کی بستی میں رہنے والوں نے اپنی قربانیوں اور اخلاص کے ساتھ پھر روشن کیا اور محبت واخوت کی وہ داستانیں صحیفہ ء زندگی پر پھر سے رقم ہوئیں، وقت کی مناسبت سے چند ایک واقعات پیش خدمت کرنا چاہوں گا۔

گرمیوں کی ایک شدید دوپہر کا ذکر ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے سامنے کسی نے ذکر کیا ہے کہ نواب محمد علی خان صاحب بیمار ہیں، آپ نماز جمعہ سے ابھی فارغ ہی ہوئے تھے کہ وہیں سے حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی تشریف لے جاتے ہیں، دروازہ کھٹکھٹایا، نواب صاحبؓ نے دروازہ کھولا اور دیکھ کر حیران ہوئے کہ حضور آپ! اتنی گرمی میں اور وہ بھی پیدل، مجھے ارشاد فرماتے میں گاڑی بھیج دیتا، آپ نے فرمایا میں نے ابھی ابھی سنا تھا کہ آپ بیمار ہیں تو اسی وقت بیمار پرسی کے لئے چلا آیا۔

سلسلہ کے ایک اور معروف صحابی حضرت مولوی محمد اسماعیل حلالپوری کے اپنے بھائیوں کی نسبت محبت کے جذبات کا تذکرہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنے ایک مضمون میں فرمایا ہے۔ اس میں اپنے بھائیوں کی ضروریات کا خیال رکھنے کی نسبت آپ نے یوں تحریر فرمایا کہ ’’حضرت مولوی صاحب کی دوست نوازی بھی غیر معمولی شان کی تھی۔ دوست کی خاطر اپنی ہر چیز قربان کر دینے کو تیار ہو جاتے تھے۔ خود تنگی برداشت کرتے تھے مگر دوست کو آرام پہنچاتے تھے مجھے ایسی مثالیں معلوم ہیں کہ مولوی صاحب نے بال بال قرضے میں پھنسے ہوئے ہونے کے باوجود ایک دوست کی خاطر سینکڑوں روپے کی قربانی کردی۔ ان کا یہ وصف کمزوری کی حد تک پہنچا ہوا تھا میں نے کئی دفعہ سمجھایا کہ آپ کی مالی حالت کمزور ہے ....میرے سامنے وعدہ کرلیتے تھے کہ اچھا میں اب خیال رکھوں گا مگر پھر ہر موقعہ پر طبیعت کی فیاضی غالب آجاتی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وفات پر غیر معمولی قرض ثابت ہوا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس قرض کا بیشتر حصہ دوستوں کی خاطر معرضِ وجود میں آیا‘‘۔(روزنامہ الفضل/۱۹امان ۱۳۱۹ ھش)

Jalebe

حضرت حافظ معین الدین صاحبؓ جو ایک نابینا صحابی تھے اور حضور علیہ السلام کے ایک دیرینہ رفیق اور خادم تھے، ان کے زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات نماز پڑھنے کے باعث پاؤں سوج جاتے، اپنی ذات کے لئے کبھی سوال نہ کیا اور توت کے پتے کھا کر گزارہ کرلیا کرتے لیکن اپنے بھائیوں سے محبت کا ایک عجیب رنگ لئے ہوئے تھے۔ قادیان میں ایک نواحمدی دوست نے رہائش اختیار کی وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے گھر میں کھانے کو کچھ بھی نہ تھا یہاں تک کہ رات ہونے پر ہم نے اپنے بچوں کو اس حالت میں تھپک تھپک کر سلا دیا کہ بچے آخری وقت تک کھانے کا مطالبہ کرتے رہے، لیکن ہمارے پاس کچھ کھانے کو ہوتا تو دیتے، وہ کہتے ہیں کہ بچوں کو سلانے کے بعد ہم میاں بیوی نے نماز عشاء پڑھی اور ہم بھی بھوکے ہی سونے کے لئے لیٹ گئے، کچھ دیر کے بعد دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آئی، ہم پریشان کہ سردیوں کی اس یخ بستہ رات میں کون ہوسکتا ہے، دروازہ کھولا تو یہ نابینا صحابی، ہاتھ میں روٹیاں لئے کھڑا ہے اور یوں گویا ہوتا ہے کہ کہیں سے میرے پاس یہ روٹیاں آئی تھیں تو میں نے سوچا کہ میں اپنے بھائی کو دے آؤں،

اب محبت کا ایک اور رنگ دیکھئے، محاورہ ہے کہ سوئے ہوئے بچے کا مونہہ کیا چومنا، لیکن اگر دیکھا جائے تو حقیقی محبت کا تو تقاضا ہی یہ ہوتا ہے کہ ﴿لَانُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾ محبت کرنے والا دل کسی جزاء یا صلہ کا متمنی نہیں ہوتا۔

اب محبت کے اس نظارے کو بھی دیکھئے، ایک جگہ دو صحابہ گفتگو کر رہے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک نابینا حافظ صاحب ہیں جو بیمار تھے اور ابھی ابھی حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے مطب سے دوائی لے کر لوٹ رہے ہیں، دوسرے دوست کے پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ میں دوائی لے آیا ہوں لیکن انہوں نے ایک مشکل میں ڈال دیا ہے اور وہ یہ کہ یہ دوائی دودھ کے ساتھ کھانی ہوگی، اب بتائیں میں غریب آدمی جو دوائی کے بھی پیسے نہیں رکھتا تھا دودھ کہاں سے لاؤں، یہ دونوں احمدی بھائی آپس میں بات چیت کر رہے ہیں کہ اسی اثناء میں ایک تیسرا آدمی سلام کر کے گزر جاتا ہے لیکن گفتگو کا یہ حصہ اسکے کانوں میں بھی پڑ جاتا ہے گویا اپنے اس بھائی کی اس تکلیف اور ضرورت سے تڑپ ہی تو جاتا ہے، شام ہوتے ہیں اس نابینا بیمار بھائی کو آواز آتی ہے کہ حافظ صاحب یہ دودھ لے لیں کوئی ڈیڑھ دو سیر دودھ ہوگا۔ اور اب روز کا یہ معمول بن جاتا ہے کہ سرِ شام دودھ لے کر ایک شخص آتا ہے اور انہیں دودھ دے کر رخصت ہو جاتا ہے، شاید محبت واخوت کا یہ پیار بھرا افسانہ ہماری نظروں سے اوجھل ہی رہ جاتا کہ ایک دن دودھ لانے والے کے پیچھے پیچھے اچانک ایک اور شخص نہ آجاتا، جونہی وہ اندر داخل ہوتا ہے تو دودھ لانے والا فوراً دروازے کی اوٹ میں ہو جاتا ہے کہ اس کی نظر نہ پڑے اندھیرے کی وجہ سے بعد میں آنے والا آواز دے کر پوچھ ہی لیتا ہے کہ کون ہے؟؟ تو ایک کمزور سی آواز آتی ہے ’’ شیر علی ‘‘

محبت واخوت کے جذبے سے بھرپور اسی دل کی ایک اور کیفیت یہ بھی سماعت فرمایئے! میاں عبدالمنان صاحب عمر ایم۔ اے نے بیان کیا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب کے کمرہ میں میں کچھ دن رہنے کا اتفاق ہوا ایک دفعہ سردی زیادہ تھی جب میں اپنے بستر پر سونے کے لئے لیٹا تو حضرت مولوی صاحب نے اپنا کمبل میرے لحاف کے اوپر ڈال دیا کہ سردی بہت ہے اوپر سے اسے بھی لے لیں، حالانکہ اس وقت کمبل کی ضرورت آپکو زیادہ تھی میں نے عرض کی کہ مولوی صاحب آپ لے لیں لیکن مولوی صاحب نہ مانے جب میں نے محسوس کیا کہ مولوی صاحب سو گئے ہیں تو میں نے آرام سے کمبل ان کے اوپر ڈال دیا، لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب میری آنکھ کھلی تو وہ کمبل میرے اوپر تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ کم از کم ایک لاکھ آدمی میری جماعت میں ایسے ہیں کہ سچے دل سے میرے پر ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور باتیں سنتے وقت اس قدر روتے ہیں کہ انکے گریبان تر ہو جاتے ہیں۔ میں ہزارہا بیعت کنندوں میں اس قدر تبدیلی دیکھتا ہوں کہ موسیٰ نبی کے پیروؤں سے جو ان کی زندگی میں ان پر ایمان لائے تھے ہزارہا درجہ ان کو بہتر خیال کرتا ہوں۔ اور ان کے چہرہ پر صحابہ کے اعتقاد اور صلاحیت کا نور پاتا ہوں.....‘‘۔

(ماخوذ از سلسلہ احمدیہ ص299)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اپنی جماعت کو نصیحت کے رنگ میں فرماتے ہیں:

’’اب میرا مدعا اور منشاء اس بیان سے یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اس کی تائید میں صدہا نشان اس نے ظاہر کئے ہیں اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت صحابہ کی جماعت ہو اور پھر خیر القرون کا زمانہ آجاوے‘‘۔

(ملفوظات جلد ۲ ص۶۷)

سو اب قرون اولیٰ کے صحابہ کی محبت واخوت کی روشن کی ہوئی شمع ایک بار پھر اس دور میں مسیح موعود کے ماننے والوں کے نورانی دلوں میں منور ہوئی ہے، امن وآشتی اور محبت واخوت کا یہ سورج مشرق سے قادیان کی ایک چھوٹی سی بستی سے دوبارہ طلوع ہوا ہے۔ اور خدا کی تقدیر نے چاہا ہے کہ روئے زمین کو ایک دفعہ پھر محبت واخوت کے نور سے منور کر دے۔

پس اے مسیح موعود کے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! صلح اور آشتی کے جھنڈے تلے محبت واخوت کے اس پیغام کو عام کردو...اور اپنے عملی نمونہ سے اس روشنی کو ہر جگہ پھیلا دو...کہ دنیا اسی محبت کی تلاش میں ہے اور اب یہ بھی مقدر ہے کہ کہ محبت آپ کے ذریعہ سے ہی پھیلائی جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ماننے والوں کے لئے دعاؤں کا جو کبھی نہ ختم ہونے والا خزانہ چھوڑ گئے ہیں اس میں سے ایک دعا کے ساتھ میں اپنے خطاب کو ختم کرتا ہوں آپ خدا کے حضور دعا کرتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں:

’’اے قادر خدا! ان کے دلوں میں تقویٰ کی سرسبز شاخیں جو اعمال صالحہ کے میووں سے لدی ہوئی ہوں پیدا کر، ان کی کمزوری کو دور فرما اور ان کا سب کسل دور کر دے اور ان کے دلوں میں اپنی عظمت قائم کر اور ان میں اور ان کے نفسوں میں دوری ڈال اور ایسا کر کہ وہ تجھ میں ہو کر ہر ایک حرکت وسکون کریں، ان سب کو ایک ایسا دل بخش جو تیری محبت کی طرف جھک جائے اور انکو ایک ایسی معرفت عطا کر جو تیری طرف کھینچ لیوے۔ اے بارے خدا!! یہ جماعت تیری جماعت ہے اس کو برکت بخش اور سچائی کی روح ان میں ڈال کہ سب قدرت تیری ہی ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد۳ ص:۵۴۵)

found.

کلمۂ شہادت

یعنی وجود باری پر ہماری گواہی

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ)

اسلام کے پانچ ارکان میں سے پہلا رکن کلمہ شہادت ہے یعنی اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور پیغمبر ہیں۔ بغیر اس گواہی کے مسلمان، مسلمان نہیں کہلا سکتا۔ اگر کوئی اس سے شہادت طلب کرے کہ خدا کے وجود کو ثابت کرو۔ تو اس کا فرض ہے کہ جہاں تک اس کی عقل اور سمجھ ہے اس پر اپنی شہادت پیش کرے ورنہ اس کا دعویٰ بلا دلیل اس کا ایمان بلا اصلیت اور اس کی گواہی بلا تائیدی واقعات کے ہوگی۔ اس لئے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے تئیں اس گواہی کے لئے مستعد اور تیار رکھے اور جب بھی ضرورت ہو اسے پیش کرے۔ یہ نہ ہو کہ ساری عمر تو اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتے گزر جائے اور جب اس شہادت کے متعلق پوچھا جائے تو بغلیں جھانکنے لگے یا دبی زبان سے اقرار کرنے لگے کہ میرے پاس تو کوئی شہادت موجود نہیں۔ اور عوام الناس کی نسبت یہ شہادت اہل علم لوگوں پر اور بھی زیادہ ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَةُ وَاُو لُو االْعِلْمِ قَآئِماً بِا لْقِسْطِ۔

(آل عمران: 19)

مطلب یہ کہ خدا تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر نہ صرف خود اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے گواہ ہیں۔ بلکہ تمام اہل علم مسلمان بھی انصاف پر قائم ہو کر اس بات کے گواہ ہیں۔ یعنی وہ بھی یہی گواہی اپنی طرف سے پیش کرتے ہیں۔ اور یہی گواہی اسلام کا پہلا رکن ہے اور گواہی وہ ہوتی ہے جو محض سنی سنائی نہ ہو بلکہ انسان کو اس کا ذاتی علم بھی ہو۔ اور اگر اسے بلا کر شہادت طلب کی جائے۔ تو وہ قسم کھا کر دل کے یقین کے ساتھ اسے بیان کر سکے۔ یہ گواہی جو باری تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید کے لئے ہے حسب ذیل شقوں پر منقسم ہے۔

۱۔ اس کی فطرت کی گواہی
۲۔ اس کی عقل کی گواہی
۳۔ جن لوگوں کو وہ اپنی تجربہ سے راستباز یقین کرتا ہے ان کی گواہی
۴۔ اس کے علم کی گواہی
۵۔ اس کی آپ بیتی یا اپنی ذاتی گواہی
٦۔ ان واقعات کی گواہی جو اس نے دوسروں پر گزرتے دیکھے۔ اور وہ خود بھی ان باتوں کا شاہد ہے
۷۔ عالم روحانی کی کیفیات جن سے براہ راست ذات باری کی رویت کلام کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے اور جہاں علی وجہ البصیرت کوئی بندہ اپنے حواس کے ساتھ احساس صفات باری تعالیٰ کر لیتا ہے۔ اس کے بعد سمجھانے کے لئے بطور نمونہ نہایت مختصر اور سرسری شہادت میں اپنی طرف سے اس معاملہ میں پیش کرتا ہوں۔

فطرت کی شہادت

میری فطرت یہ چاہتی ہے کہ چونکہ میں بے علم، بداخلاق، کمزور، حاجت مند اور مریض ہوں۔ اس لئے کوئی ایسی طاقتور ہستی ہونی چاہئے جو مجھ پر رحم کرے۔ میری کمزوریاں دور کرے۔ مجھے صحت دے، میرے عیبوں کی پردہ پوشی کرے، مجھے رزق دے، میری شکستگی کی مرمت کرے، دشمنوں کے حملے مجھ سے دور کرے، میری حفاظت کرے، میری خواہشیں پوری کرے، میری دعائیں قبول کرے، میرے علم میں اضافہ کرے، مجھے عزت دے، مجھے حکمت بخشے، غلطی کے وقت میری راہنمائی کرے۔ آنے والے خطرات سے مجھے آگاہ کرے اور مجھے ہر طرح خوش رکھے، وہ خود ہر علم وقدرت سے آراستہ اور غیر فانی ہو، اور مجھے بھی فنا نہ ہونے دے بلکہ ابدی زندگی عطا فرمائے۔ غرض یہ میری فطرت کی آواز ہے اور یقیناً میرا نفس کسی ایسے ہی وجود کو چاہتا ہے اور اُسے ڈھونڈتا ہے۔ بلکہ ایک بچے کو ایک جاہل عورت کو، ایک بیوقوف مرد کو اور ایک عالم سے عالم شخص کو بھی پوچھ کر دیکھ لو کہ کیا وہ ایسی ہستی کا طالب ہے یا نہیں۔ یہ ایک سچی پیاس ہے۔ ایک واقعی بھوک ہے، ایک حقیقی ضرورت ہے۔ اس لئے اسے اسی طرح پورا ہونا چاہئے جس طرح ہماری ہر سچی ضرورت کے پورا ہونے کے لئے دنیا میں سامان موجود ہیں اور وہ پوری ہوتی ہیں۔ پس اس ضرورت کا بشدّت احساس خدا تعالیٰ کے وجود پر ایک شہادت ہے۔

عقل کی شہادت

دوسری گواہی میری عقل کی ہے کہ یہ سلسلہ دنیا کا جو ایک حقیر ذرّہ سے لے کر اعلیٰ سے اعلیٰ مخلوقات تک بغیر کسی فتور کے کمال عقلمندی اور کمال حکمت و دانائی سے چل رہا ہے تو اس خلق کے پیچھے کوئی خالق، اس حکمت کے پیچھے کوئی حکیم اور اس عقلمندی کے پیچھے کوئی نہایت دانشمند وجود ہونا چاہئے۔ آپ ہی آپ یہ کام نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ چیزیں نہ اپنی آپ خالق ہیں نہ اتنی عقلمند ہیں۔ اور تمام مخلوقات کی بناوٹ اور ترتیب کے پردہ کے پیچھے ایک ارادہ اور ایک مشیّت، ایک حکمت اور ایک تدبیر جلوہ گر ہے۔

راست بازوں کی شہادت

میری تیسری گواہی راست بازوں کی شہادت ہے۔ میں نے تمام دنیا کے مشہور اور مقتدر راست بازوں اور اپنے زمانہ کے کم از کم تین عظیم الشان صدیقوں کو دیکھا اور ہر ایک نے ان میں سے یہی گواہی دی کہ اللہ ہے اور ہم ذاتی طور پر اس کے گواہ ہیں۔ یہ لوگ ایسے ہیں اور ان کی راست بازی پر مجھے اتنا یقین ہے کہ اگر یہ دن کو رات کہہ دیں تو میں اپنی آنکھوں کو جھوٹا سمجھوں اور ان کو سچا۔ پس میرے لئے ان کی شہادت کافی ہے۔

علمی شہادت

چوتھی شہادت علمی شہادت ہے وہ بجائے خود ایک لا انتہا مجموعہ شہادات کا ہے لیکن مختصر یہ کہ مجھے بڑے بڑے اہل علم سائنسدانوں اور نیچر کے راز دانوں نے یہ علم دیا ہے کہ تمام عالمین میں ایک نظام ہے اور ایک تسلسل ہے ایک ارتقاء ہے یعنی Uniformity اور Continuity اور Evolution اور بحیثیت مجموعی اس تمام سلسلۂ عالمین میں جہاں تک ہماری نظر، علم اور قیاس پہنچ چکا ہے۔ اوّل سے آخر تک ایک چیز بھی ایسی ثابت نہیں ہوئی جو دوسری تمام چیزوں سے کچھ نہ کچھ تعلق نہ رکھتی ہو۔ اور دوسری مخلوقات کے ساتھ مل کر ایک مکمل سسٹم کے اجزاء میں منسلک نہ ہو۔ اور ترقی کی طرف نہ جا رہی ہو۔ عجیب بات ہے کہ عام طور پر لوگوں کو اس بات کی خبر تک نہ تھی کہ مخلوق میں یہ کمال اور انضباط موجود ہے اب آ کر علوم جدیدہ نے اس حقیقت کا انکشاف کیا۔ یہ انکشاف یقینی ثبوت ہے وجود باری تعالیٰ کا۔ اس کے خالق و مالک ہونے کا اور اس کی توحید کا۔ ایک چوٹی کا سائنس دان اور ماہر علم نجوم کہتا ہے کہ ’’ہم نے اتنے فاصلوں تک ایسے ایسے مستقل عالم پھیلے ہوئے دیکھے ہیں کہ ہماری قوت واہمہ اور تخیل بھی ان فاصلوں کا اندازہ کرتے ہوئے چکرا جاتی ہے مگر پھر بھی یہ سب عالمین اس طرح ایک دوسرے سے وابستہ ہیں جیسے کسی مشینری کے مختلف پُرزے۔‘‘ (الفضل 2جون 1938ء)۔ مضامین حضرت میر محمد اسماعیل صاحبؓ صفحہ 181۔184)

❁❁❁❁❁

ہمیں الفضل کیوں پڑھنا چاہئے؟

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

’’روزانہ جو الفضل چھپتا ہے اس میں سے ایک بات اگر آپ کو ایسی ملے جو آپ کی زندگی میں حسن پیدا کرنے والی ثابت ہو تو سال میں شاید ۳٦۰ یا اس سے چند کم اتنی باتیں مل گئیں۔ لوگ کہہ دیتے ہیں الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا ہونا چاہئے۔ میں بھی کہتا ہوں، الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا ہونا چاہئے۔ وہ کہتے ہیں (بعض لوگ) کہ اگر الفضل کا ہر مضمون اعلیٰ پایہ کا نہیں ہوگا تو اس کو لے کے پڑھنے کی کیا ضرورت۔ میں کہتا ہوں کہ اگر الفضل کا ایک مضمون بھی اعلیٰ پایہ کا ہے تو اسے لے کے اسے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ میں اس سے بھی آگے جاتا ہوں۔ میں کہتا ہوں اگر الفضل میں ایک ایسا مضمون ہے جس میں ایک بات ایسی لکھی ہے جو آپ کو فائدہ پہنچانے والی ہے تو اس فائدہ کو ضائع نہ کریں آپ، اگر آپ نے بحیثیت قوم ترقی کرنی ہے۔ (از خطاب ۲۷/دسمبر ۱۹۷۹ء الفضل ۲۴/فروری ۱۹۸۰ء صفحہ ۲)

THOMPSON & CO SOLICITORS
Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .
Contact:
Anas A.Khan, John Thompson Solicitors
1st floor 48 Tooting High Street
London SW17 0RG
Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005
Fax: 020 8871 9398
Mobile: 0780-3298065

ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل کا
سالانہ چندہ خریداری

برطانیہ: تیس (۳۰) پاؤنڈز سٹرلنگ
یورپ: پینتالیس (۴۵) پاؤنڈز سٹرلنگ
دیگر ممالک: پینسٹھ (٦۵) پاؤنڈز سٹرلنگ

(مینیجر)

Earlsfield Properties
We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession
175 Merton Road London SW18 5EF
Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے
Nayaab Travel Fernreisen
احمدی احباب کے لئے ڈسلڈورف میں دنیا بھر کے خوشگوار سفر اور کم قیمت ٹکٹوں کے لئے ایک ہی نام۔ نایاب ٹریول۔
مزید معلومات اور فوری بکنگ کے لئے بی۔ بیگ سے رابطہ کریں
Tel: 00 49 - 211 - 2205611 Fax: 00 49 - 211 - 220 5613
e-mail: nayaab@web.de
Pionier Str. 15 40215 - Dusseldorf (Germany)

ماضی کے جھروکوں میں

مشرقی افریقہ میں احمدیت کا آغاز

(عبدالکریم شرما۔ مبلغ سلسلہ)

احمدیت کا پودا مشرقی افریقہ کے ممالک میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی لگ گیا تھا۔کئی صحابہؓ یہاں آئے اور انہوں نے احمدیت کا پیغام لوگوں کو دیا لیکن ان کی تبلیغ ہندوستانیوں تک محدود تھی۔محترم شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم کے آنے کے بعد افریقیوں میں تبلیغ کا آغاز ہوا۔ابتداء میں ٹبورا (Tabora) تبلیغ کا مرکز بنا۔جب یہاں چھوٹی سی جماعت قائم ہوگئی اور مسجد کی بنیاد رکھنے کا مرحلہ آیا تو مخالفین میں اشتعال پیدا ہوا اور سخت مخالفت اٹھ کھڑی ہوئی۔افریقی احمدیوں کو مارا پیٹا گیا۔کسی کے سر کو ضرب آئی اور وہ پاگل ہوگیا۔کسی کے ناک کی ہڈی ٹوٹی۔بلوہ اس قدر شدید تھا کہ حکومت کو امن وامان قائم رکھنے کے لئے ٹاسک فورس (Task Force) کو دارالسلام سے بلوانا پڑا۔وہ سب دوست جو ابتلا کے دور سے گزرے عزیز القدر ہیں اس لئے کہ وہ ابتدائی بیج تھے۔بعد میں آہستہ آہستہ مشرقی افریقہ کے مختلف حصوں میں احمدیت کا نفوذ ہوا اور مقامی افریقن باشندوں پر مشتمل جماعتیں قائم ہوئیں اور ٹبورا میں مسجد فضل تعمیر ہوئی۔ٹانگانیکا کی یہ پہلی احمدیہ مسجد ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جماعت کو اپنے فضل سے شدید مخالفت کے باوجود تعمیر کرنے کی توفیق دی۔

دارالتبلیغ ٹبورا

ٹبورا میں جب مَیں دوسری دفعہ گیا اس وقت محترم شیخ مبارک احمد صاحب نیروبی منتقل ہوچکے تھے۔جماعت نے چھوٹا سا پرنٹنگ پریس خریدا ہوا تھا جس کے مینیجر چوہدری عنایت اللہ احمدی تھے۔خاکسار ان کے ساتھ مغربی صوبہ میں دعوۃ الی اللہ کا کام کرتا تھا۔معلم یوسف دنیا ٹبورا جماعت کے صدر تھے۔

ٹبورا کے گورنمنٹ سیکنڈری سکول میں خاکسار ہفتہ میں دو دن طلباء کو مذہبی تعلیم دینے کے لئے جاتا تھا۔کلاس میں مسلمان طلبا کے علاوہ عیسائی طلبا بھی کثرت سے آتے تھے۔زیادہ تر اسلام اور عیسائیت کے موازنہ پر گفتگو ہوتی تھی۔طلبا کو سوال کرنے کا موقع دیا جاتا تھا۔گرلز سیکنڈری سکول میں بھی دینیات کی کلاس لیتا تھا۔اتوار کو ٹبورا کی سنٹرل جیل میں قیدیوں کو اخلاقی اور مذہبی تعلیم دینے کی مشنریوں کو اجازت تھی۔جو قیدی میرے پاس آتے تھے ان میں ایک تعلیم یافتہ عرب نوجوان عبداللہ الکندی بھی تھے۔انگریزی زبان میں ان کو عبور حاصل تھا۔خاندانی جھگڑے میں ملوث ہوجانے کی وجہ سے ان کو چند ماہ کی قید کی سزا ہوئی تھی۔جیل میں انہوں نے احمدیت کا لٹریچر پڑھا اور احمدیت قبول کرلی۔رہا ہونے کے بعد انہوں نے اپنے لوگوں میں احمدیت کا پیغام پہنچانے کے لئے بہت جدوجہد کی۔کچھ عرصہ کے بعد وہ اپنے وطن چلے گئے۔ان کے خطوط وہاں سے آتے تھے۔وہاں جا کر بھی وہ احمدیت کا پیغام پہنچاتے رہے۔

کلوا کیزیوانی کی مسجد

خدا تعالیٰ کے فضل سے مجھے مشرقی افریقہ کے تینوں ممالک میں کام کرنے کا موقع ملا ہے۔جب دارالسلام میں تھا تو ساحلی علاقہ میں بغاموبو، روفیجی، روسینڈے، کلوا، لنڈی اور متوارا کے کئی سفر کئے۔کلوا کیونجے (Kilwa Kiwenje) کے قریب جنوب میں ایک جزیرہ ہے جس کا نام کلوا کیزیوانی (Kilwa Kiziwani) ہے۔سب سے پہلے عرب اس جزیرہ میں آئے تھے۔ان کے عہد کی یادگار اس جزیرہ میں مَیں نے ایک پرانی مسجد دیکھی جو خاصی بڑی اور مستطیل تھی۔اس کے سات حصے تھے۔ہر حصہ میں محراب تھا۔پہلے حصہ کے محراب میں جب امام تکبیر کہتا تھا تو کیے بعد دیگرے دوسرے حصوں میں بھی تکبیریں کہی جاتی تھیں۔اس طرح مسجد کے آخر تک آواز پہنچ جاتی تھی۔مَیں نے جگہ صاف کرکے مسجد میں چار نفل ادا کئے اور ان بزرگوں کے لئے دعا کی جن کی کاوش سے اس خطہ میں اسلام کا آغاز ہوا اور اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے جو احمدیت کے ذریعہ مقدر ہے دعا کی۔ان دنوں ایک وجیہہ بزرگ شیخ محمود یہاں رہتے تھے وہ اس جزیرہ کی معروف شخصیت تھے۔مَیں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے تاریخی حالات سنے۔شیخ موصوف کا لڑکا شیخ نورالدین احمدیت کا مخالف تھا۔لنڈی میں محمد اشرف خان صاحب کا گھرانہ احمدی تھا۔جب جاتا ان کے ہاں قیام کرتا۔سب سے پہلے مبلغ مکرم مولوی فضل الٰہی بشیر صاحب اس علاقہ میں بھجوائے گئے تھے۔ان کے ذریعہ لنڈی میں ایک افریقی معلم احمدی ہوئے اور اس نواح میں Matama کے گاؤں میں افریقی احمدیوں کی جماعت قائم ہوئی تھی۔

سونگیا کے علاقہ میں تبلیغ

اس علاقہ میں متوارا کے مقام پر نئی بندرگاہ بنی تھی۔مکرم عبدالغنی فاروق صاحب وہاں رہتے تھے۔ان کو ملنے گیا۔یہ صاحب گجرات کاٹھیاواڑ کے رہنے والے تھے مخلص اور فدائی احمدی تھے۔بعد میں اپنی بیٹیوں اور نواسوں کو لے کر سونگیا منتقل ہوگئے۔سونگیا میں ان کی وفات ہوئی۔بعد میں ان کی بیٹیاں اور نواسے ارنگا کے علاقہ میں چلے گئے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی خدمت میں ان کے خطوط آتے تھے غالباً اردو لکھنا نہیں جانتے تھے۔گجراتی ان کی مادری زبان تھی۔سواحیلی زبان میں لکھتے تھے۔خاکسار ان کے خطوط کا ترجمہ کرکے حضرت اقدس کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے بھجوایا کرتا تھا۔

خاکسار کو دو دفعہ سونگیا جانے کا موقع ملا۔دوسری دفعہ ایک افریقی دوست مسٹر محمد کے ہاں پندرہ روز ٹھہرا۔اس علاقہ کے بعض احمدی نیاسالینڈ میں جا کر بس گئے تھے۔ان کی تبلیغ سے وہاں نئے احمدی ہوئے۔خاکسار کی آمد کی جب ان کو خبر ملی تو وہ کشتیوں میں رووما دریا (Ruvuma River) کو عبور کر کے ملنے آئے۔ایک درخت کے نیچے مَیں نے ان کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور تبلیغ کی۔

نیوالا (Niwala) میں پانچ روز ٹھہرا۔علاقہ میں تبلیغ کی۔مسامی، ٹنڈورو اور سونگیا کے علاقہ میں عیسائی مشنوں کا زور تھا۔مَیں ان دنوں ٹانگانیکا کا مبلغ انچارج اور امیر تھا۔حالات کا جائزہ لے کر مَیں نے سونگیا میں دارالتبلیغ کھولنے کا ارادہ کیا۔دارالسلام واپس آکر مَیں نے ملک رفیق احمد صاحب کو سونگیا بھجوادیا۔اس اثناء میں میری تبدیلی کینیا (Kenya) میں ہوگئی اور مکرم ملک جمیل الرحمٰن صاحب رفیق میری جگہ دارالسلام میں آگئے۔

دوبارہ مشرقی افریقہ میں تقرری

آٹھ سال کے بعد خاکسار رخصت پر پاکستان گیا۔1957ء میں خاکسار کو دوبارہ مشرقی افریقہ بھجوایا گیا۔اس دفعہ تقرری ممباسہ میں ہوئی۔ان دنوں یہاں پانچ گھرانے پاکستانی احمدیوں کے تھے۔مقامی باشندوں میں سے ابھی کوئی احمدی نہیں ہوا تھا۔مسجد تعمیر ہوچکی تھی۔مسجد کی تعمیر کے اخراجات اماں موتی جان بیگم حضرت سید معراج الدین صاحب مرحوم نے دئے تھے۔ممباسہ میں عرب اثر ورسوخ زیادہ تھا۔ہماری مخالفت بھی تھی۔مجھ سے پہلے مکرم مولوی نورالدین منیر صاحب یہاں تھوڑا عرصہ رہے تھے۔انہوں نے صحافت میں ایم۔اے۔کی ڈگری حاصل کی ہوئی تھی۔نیروبی میں جب جماعت نے East African Times اخبار جاری کیا تو اس کی ادارت ان کے سپرد ہوئی اور وہ نیروبی چلے گئے۔

ممباسہ میں مقامی باشندوں کو زیر اثر لانے کے لئے مَیں نے پروگرام بنایا۔شام کو مسجد میں انگریزی اور حساب پڑھانے کی کلاسیں کھولیں۔آہستہ آہستہ افریقی اور عرب نوجوان پڑھنے کے لئے آنے لگے۔خلیج، گلف کے علاقہ سے عرب تاجر بادبانی کشتیوں میں ممباسہ آتے تھے۔بعض یہاں کام کاج کے لئے رک جاتے تھے۔ان کو جب علم ہوا تو وہ انگریزی پڑھنے کے لئے کلاسوں میں آتے۔اس طرح شام کو مسجد میں کافی رونق ہوجاتی۔ان سے مذہبی گفتگو ہوتی۔ایک دن سوال وجواب کی مجلس لگتی۔احمدیت کے متعلق ان کے وساوس دور کئے جاتے۔کچھ نوجوانوں نے بیعت کی۔ان میں Coast People Party کے لیڈر مسٹر ابوبکر بھی تھے۔ان کی وساطت سے ان کی پولیٹیکل پارٹی میں نفوذ ہوا اور احمدیت کے خلاف تعصب دور کرنے میں مدد ملی۔

درسگاہوں میں تبلیغ

ممباسہ (Mombasa) میں Miome اور عرب سیکنڈری سکول کی دو مشہور درسگاہیں تھیں۔ان درسگاہوں میں بھی جاتا تھا۔Miome کی درسگاہ میں مشرقی افریقہ کے تینوں ممالک کے مسلمان طلبہ اعلیٰ تعلیم کے لئے داخلہ لیتے تھے۔اس درسگاہ میں میرے لئے ایک کمرہ مخصوص کردیا گیا تھا۔دلچسپی لینے والے طلبہ اس میں جمع ہوتے تھے۔خاکسار اسلامی موضوعات پر ان سے گفتگو کرتا تھا۔یوگنڈا کے سلیمان مانجے اور عبود ڈوفالا بھی اس مجلس میں شریک ہوتے تھے۔بعد میں ان دونوں نے احمدیت قبول کرلی۔مانجے ذہین نوجوان تھے۔جن دنوں مَیں یوگنڈا میں تھا قرآن کریم کے لوگنڈا (Luganda) زبان میں ترجمہ کرنے کے کام میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا تھا۔خدا تعالیٰ نے ان پر فضل فرمایا۔اس وقت وہ یوگنڈا کے امیر جماعت اور ایک بہت بڑی فرم کے مالک ہیں۔اور ہر سال برطانیہ کے جلسہ سالانہ میں شرکت کے لئے آتے ہیں۔ان کے دو لڑکے انگلستان میں زیر تعلیم ہیں۔

ان کے علاوہ ممباسہ میں قیام کے دوران پانچ نوجوان طلباء نے احمدیت قبول کی تھی۔سب سے پہلے حسین صالح نے بیعت کی۔یہ عرب تھے ان کا خاندان یمن سے آکر ممباسہ میں آباد ہوا تھا۔ان کا چھوٹا بھائی بھی جو اس وقت کویت میں ہے احمدی ہوگیا تھا۔وہ ایک دفعہ کویت سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ملاقات کے لئے لندن آیا تھا اور مجھے بھی ملا تھا۔

حسین صالح صاحب عرب سیکنڈری سکول کے طالبعلم تھے۔ایک دفعہ گھریلو حالات کے سبب وہ تعلیم چھوڑ رہا تھا۔مَیں نے اپنے پاس ٹھہرا کر ان کو تعلیم جاری رکھنے کا حوصلہ دیا۔

دوسرے طلباء نے بھی دینی اور دنیوی لحاظ سے بہت ترقی کی۔مسٹر طالب نے رشیا میں انجینئرنگ کی ڈگری حاصل کی۔وہ اس وقت نیروبی میں اچھے عہدہ پر فائز ہیں۔مسٹر محمد سالم کی سرپرست ایک یورپین خاتون تھیں انہوں نے ان کو سکنڈے نیویا کی یونیورسٹی میں بھجوایا۔مکرم سید مسعود احمد صاحب مرحوم نے جو اس وقت سکینڈے نیویا کی مسجد کے امام تھے مجھے لکھا کہ آپ کا شاگرد میرے پاس پہنچ گیا ہے۔پوسٹل ڈائریکٹری سے اس نے مسجد کا پتہ معلوم کرلیا تھا۔وہ ہر جمعہ کو باقاعدہ آتا تھا۔اور زیر تبلیغ ساتھیوں کو ساتھ لاتا تھا۔آپ نے اس نوجوان کی اچھی تربیت کی ہے۔جزاکم اللہ۔سکینڈے نیویا کی یونیورسٹی سے انہوں نے بی ایس سی کی ڈگری لی اور پھر وہ سعودی عرب میں ملازم ہوگئے۔

ممباسہ میں ایک نابینا عرب مکرم سالم عفیف بھی میرے شاگرد تھے۔وہ شام کے وقت مسجد آتے اور اختلافی مسائل پر گفتگو کرتے۔اپنی تسلی کے لئے ایک روز انہوں نے کہا چلو سنّیوں کے عالم کے ہاں جا کر اختلافی مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔یہ صاحب ریڈیو پر مذہبی سوالات کے جواب دیا کرتے تھے۔جب ہم ان کے گھر گئے اور حافظ صاحب نے اپنا عندیہ بیان کیا اور کہا کہ مَیں احمدی مبلغ کو لے کر آیا ہوں تا بالمشافہ آپ سے اختلافی مسائل پر گفتگو ہوجائے۔لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے۔حافظ صاحب نے کہا کہ اگر آپ گفتگو نہیں کریں گے تو مَیں احمدی ہو جاؤں گا۔اس پر وہ خاموش ہوگئے۔سالم عفیف صاحب نے کہا کہ مَیں سمجھ گیا ہوں کہ احمدیہ جماعت حق پر ہے۔مسجد واپس آکر انہوں نے بیعت فارم طلب کیا اور دستخط کرکے بیعت کرلی۔وہ پرجوش داعی

الی اللہ تھے۔بے جھجک تبلیغ کرتے تھے۔ایک مسیحی ادارہ میں Brail System کے استاد تھے۔ اپنے شاگردوں کو Brail میں تبلیغی خطوط بھجوایا کرتے تھے۔مشنریوں کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے ان کو منع کیا اور دھمکیاں دیں۔لیکن وہ باز نہ آئے اور اَور بھی سرگرم ہوگئے۔ان کی افادی حیثیت کو دیکھ کر بالآخران کو خاموش ہونا پڑا۔

ٹاویٹا(Taveta) کے علاقہ کے احمدی

خاکسار جن دنوں ممباسہ میں تھا، ٹاویٹا کے علاقہ کے کچھ لوگوں نے ممباسہ میں آکر احمدیت قبول کی۔واپس گئے تو ٹاویٹا میں ان کے خلاف شدید مخالفت اٹھ کھڑی ہوئی۔معاندین نے ان کا بائیکاٹ کردیا۔یہاں کے ڈسٹرکٹ آفیسر ایک انگریز نوجوان تھے۔مجھے فتنہ کی اطلاع ملی تو مَیں ان کو جا کرملا۔ احمدیت کا تعارف کروایا اور مخالفت کی نوعیت بتائی۔انہوں نے فتنہ پردازوں کے سرغنوں کو دفتر میں بلا کر تنبیہ کی۔امن ہونے کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے جلد ہی اس علاقہ میں Kitobo اور Kitogoto کے مقامات پر دو جماعتیں قائم ہوگئیں۔خاکسار جب بھی جاتا تو Kitobo کی مسجد میں جو اس وقت کچی تھی قیام کرتا۔ایک دن فجر کی نماز کے بعد مَیں درس دے رہا تھا کہ ایک بزرگ اٹھ کر چلے گئے۔مجھے حیرت ہوئی کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔کچھ دیر کے بعد آئے تو مَیں نے دریافت کیا کہ آپ کہاں چلے گئے تھے۔ کہنے لگے آپ کے لئے مینڈھا ذبح کرنے گیا تھا۔مَیں دیکھتا ہوں کہ آپ جب سے آئے ہیں چاول اور مسور کی دال پکا کر کھاتے ہیں۔مَیں نے چاہا کہ آپ کے لئے گوشت مہیا کردوں۔مَیں نے کہا یہ آپ نے کیا کیا۔مجھے تو گوشت کی اتنی رغبت نہیں ہے۔آپ نے قیمتی جانور کیوں ذبح کردیا۔کہنے لگے کوئی حرج نہیں ہے۔آپ کی وجہ سے سارا گاؤں گوشت کھالے گا۔سواحیلی مقولہ ہے Mageni anapofika Mji hushiba کہ جب مہمان آتا ہے تو سارا گاؤں سیر ہو کر کھاتا ہے۔ان دوگاؤں کے درمیان ایک چھوٹا سا گھنا جنگل تھا۔جب مَیں Kitogoto کی جماعت میں جانے کا ارادہ کرتا تو دوست مجھے سائیکل پر پیچھے کیریئر پر بٹھا کرلے جاتے۔غرض یہ بہت محبت کرنے والے لوگ تھے۔

Kitoboto کی جماعت میں جمعہ علی ایک مخلص بزرگ تھے۔انہوں نے سب سے پہلے ممباسہ میں آکر بیعت کی تھی۔ان کا لڑکا حسن جمعہ سیکنڈری سکول کا طالبعلم تھا۔مَیں نے ان کو کہا کہ اپنے بیٹے کو وقف کر دیں۔انہوں نے کہا ٹھیک ہے،مَیں بیٹا وقف کرتا ہوں۔O Leval کا امتحان دے کر وہ آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔مَیں نے مرکز سے خط وکتابت کرکے جامعہ احمدیہ ربوہ میں اس کے داخلہ کی منظوری لی۔اسی اثنا میں میرے مرکز میں جانے کا وقت آگیا۔میرے بعد مولانا محمد منور صاحب نے انہیں ربوہ بھجوایا۔جامعہ احمدیہ میں انہوں نے تعلیم حاصل کی۔واپس آکر وہ کینیا میں بطور مرکزی مبلغ کام کررہے ہیں۔

ممباسہ کے قریب Kwale کے علاقہ میں مسٹرعلی وراقا صاحب نے احمدیت قبول کی۔وہ بھی اپنے ماحول میں تبلیغ کرتے تھے۔ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ان کا بیٹا کینیا میں Mr. A.M.Gakuria منسٹر آف لیبر ہے۔اس علاقہ کی ایک اور عزیزالقدر شخصیت مسٹرعثمان مینی گاکوریا کی ہے۔انہوں نے مکرم مولوی روشن دین صاحب مرحوم کے ذریعہ احمدیت قبول کی تھی۔وہ کینیا کے ڈائریکٹر آف ٹکینیکل ایجوکیشن کے عہدہ پر فائز تھے۔نہایت منکسرالمزاج اور فدائی احمدی تھے۔باشرح چندہ ادا کرتے اور ہر خدمت میں پیش پیش تھے۔

ان کا ایک واقعہ لکھتا ہوں۔جن دنوں مَیں نیروبی میں تھا مشن کے پاس کار نہیں تھی۔ہم پیدل سفر کرتے یا بسوں میں جاتے۔گاکوریا صاحب نئی کار خرید کر مشن ہاؤس لائے اور کہا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ میری کار پہلا سفر دعوۃ الی اللہ کے کام کے لئے کرے۔مجھے لے کر وہ Ukambani کے علاقہ میں گئے۔پچاس میل کا سفر تھا راستہ میں برساتی نالہ پڑتا تھا۔جو ان دنوں خشک تھا۔مختلف دیہات میں تبلیغ کرکے عصر کے بعد جب ہم واپس آنے لگے تو موسلا دھار بارش برسنے لگی۔جب ہم نالہ پر پہنچے تو بھرا ہوا بہہ رہا تھا۔اس کو عبور کرنے لئے گاڑی ہم نے اس میں ڈال دی۔وسط میں پہنچے تو ریلا آیا اور گاڑی کو بہا کر لے گیا۔گاڑی ایک چٹان سے جاٹکرائی اور وہ پچک گئی۔مَیں نے ہمدردی کا اظہار کیا کہ قیمتی گاڑی تباہ ہوگئی ہے۔ گاکوریا صاحب نے کہا کوئی بات نہیں۔اللہ کی راہ میں حادثہ پیش آیا ہے۔ہمیں اللہ کی تقدیر کو بخوشی قبول کرنا چاہئے۔نیروبی پہنچ کر انہوں نے گاڑی ورکشاپ میں مرمت کے لئے بھجوا دی۔ان کو تبلیغ کا شوق تھا۔جب مَیں تبلیغی دورہ کا پروگرام بناتا ان کو اطلاع کردیتا۔ان کو فرصت ہوتی تو وہ گاڑی لے کر آجاتے اور مجھے لے کر چل پڑتے۔

وہ افریقی جن کو ابتدائی دور میں احمدیت قبول کرنے کی سعادت ملی ان کو فتنہ وفساد کے الاؤ میں سے گزرنا پڑا تھا۔اس سے ان کا ایمان پختہ ہوا۔ہر امتحان کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہوئی۔علمی معیار بلند ہوا اور ہر معاند کا منہ توڑ جواب دینے کی ان میں قابلیت پیدا ہوگئی۔قلم کو بخوبی استعمال کرنا بھی انہوں نے سیکھا اور زبان کو بھی۔احمدیت کے دفاع میں ان کی نثر اور نظم کا معیار خدا تعالیٰ کے فضل سے اتنا بلند ہے کہ ان کے شاہکار پڑھ کر لذت وسرور سے دل لبریز ہوجاتا ہے۔

اب جب کہ مَیں بوڑھا ہوگیا ہوں۔یہاں ہر طرح کی آسائش میسر ہے پھر بھی دل میں ہوک اٹھتی ہے کہ کاش مجاہدانہ زندگی کے وہ دن پھر لوٹ آئیں۔مشقتیں ضرور تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نزدیک آجاتا تھا۔اس کے حسن واحسان کی نت نئی تجلیاں مشاہدہ کرتے تھے۔جب دل گداز ہوجاتا تو جھولی اٹھا کر مولا کریم سے تائیدونصرت اور غلبۂ اسلام کی بھیک مانگتے تھے۔

تعارف کتب

(ع۔ب۔شاہد)

نام کتاب:
''مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ''
مؤلف: امتہ الباری ناصر۔
اشاعت: شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نسبتی بھائی، حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگمؓ کے بھائی،حضرت مصلح موعودؓ کے ماموں اور خسر،حضرت میر محمد اسحاقؓ کے بھائی،حضرت ام متین مریم صدیقہ صاحبہ حرم حضرت مصلح موعودؓ کے والد ایک حاذق طبیب وڈاکٹر، دینی علوم کے عارف وماہر۔تفسیر بیان کریں تو یوں لگے کہ قلبی وارداتیں بیان ہورہی ہیں۔حدیث پر بولیں تو یوں لگے کہ ابھی ابھی حضور کی مبارک مجلس سے بصد عقیدت یہ بات سن کر آرہے ہیں۔ذکر حبیب بیان کریں تو یوں لگے کہ اپنے محبوب کی ذات میں محو ہو کر دنیا جہاں کے فائدہ کے لئے حقائق بیان ہورہے ہیں۔ جس کی تعریف کرنے والوں میں ماموز زمانہ علیہ السلام خود شامل ہوں جس کی وفات پر ذکر خیر کرنے والوں میں حضرت مصلح موعودؓ،حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ، حضرت حافظ مختار احمد شاہ جہاں پوری،حضرت ڈاکٹر غلام غوث صاحب،حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ،حضرت مولانا جلال الدین شمس صاحب،حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جیسے بزرگ صحابہ اور جیّد علماء شامل ہوں۔

ایسے عظیم المرتبت انسان کے رشحات قلم الفضل اخبار کی فائلوں میں بکھرے پڑے تھے۔یہ جواہر ریزے عام انسان کی پہنچ سے دور تھے۔خدا تعالیٰ بہترین جزا عطا فرمائے امتہ الباری ناصر اور ہر اس شخص کو جس کی توجہ اس خزانے کو جمع کرکے عام افادہ کے لئے پیش کرنیکی طرف مبذول ہوئی۔

''مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیلؓ'' شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ کراچی اس بیش بہا پیشکش پر جو دو ضخیم جلدوں (1279 صفحات) پر مشتمل ہے۔بجا طور پر فخر کرسکتا ہے۔اس کتاب میں علم الادیان بھی ہے اور علم الابدان بھی۔خاکسار کے نزدیک حضرت میر صاحب نے اگر صرف بدرگاہ ذی شان خیر الانام والی پرسوز نعت ہی کہی ہوتی تو وہ آپ کو شاعروں اور نعت گوؤں میں ایک نمایاں اور منفرد مقام دلانے کے لئے کافی تھی۔اسی طرح اگر حضرت میر صاحب نے اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی وسعت کو بیان کرنے کے لئے ''مغفرت الٰہی کے نظارے'' جو مضمون لکھا ہے صرف یہی واردات قلبی آپ کو بہترین نثر نگاروں میں شامل کرنے کے لئے کافی ہے۔

مغفرت کے فرشتے 'غفران' کی زبانی آپ کے مفصل مضمون کی آخری سطور کا میری طرح آپ بھی لطف لیں۔آپ فرماتے ہیں۔

بالآخر وہ غفور الرحیم یہ کہہ کر اپنا ہاتھ جہنم میں ڈالے گا کہ سب شفاعت کرنے والے اپنی اپنی شفاعت کر چکے،اب مجھ رحمان،حنان،منان کی شفاعت کی باری ہے۔یہ کہہ کر وہ باقی ماندہ سب سزا یافتوں کو نکال لے گا جہنم اپنے سکان سے خالی ہوجائے گی۔اور رحمت الٰہی کی نسیم اس کے دروازوں کو کھڑکھڑائے گی۔اور فرعون اور ابوجہل تک بھی ایک محدود زمانہ کے بعد بخشے جائیں گے اور اس غفور الرحیم کی مغفرت کی چادر میں لپٹے ہوئے نظر آئیں گے جہنم تبھی تک اپنے مجرم کو اپنے اندر رکھے گی جب تک کہ اس کی اصلاح نہ ہوجائے۔جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ حتّی اِذَا ھَذَّ بُو ا واتّقوا یعنی جونہی تہذیبِ اخلاق اور پاکیزگی قلب وہاں مجرم کو حاصل ہو گئی اور وہ اس قابل ہوگیا کہ جنّتیوں کے ساتھ مل کر بکمال اخلاق ونیکی اپنی زندگی وہاں پُرامن طور پر بسر کر سکے اسی وقت وہ جنّت میں داخل کردیا جائے گا۔

بعض لوگ اس وسوسہ میں پڑے ہوئے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ماں سے بھی زیادہ شفیق ہے تو پھر کیوں وہ ان کو دوزخ میں ڈالے گا۔سو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جہنّم تو دراصل معاند مشرکین،سخت ترین مفسدین اور خدا ورسولؐ کا مقابلہ کرنے والوں کے لئے ہی ہے۔ماں باپ جب ان کی اولاد متمرد اور سرکش ہوجائے تو ان سے بیزار اور ان کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰہ لَا یُعَذِّ بُ مِنْ عِبَادِہٖ اِلَّا المَارِدَ المُتَمَرِّدَالَّذِی یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰہِ وَ اَبٰی اَنْ یَقُوْ لَ لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ ۔ایسے لوگوں کے سوا گنہگاروں کے ساتھ جو سلوک یہاں ہورہا ہے وہ تو آج خود دیکھ ہی لیا ہے۔﴿فَسُبْحَانَ اللّٰہ عَمَّا یَصِفُون﴾۔
(المومن :92)

اعمال صالحہ

ان باتوں کے سوا جو تیری نظر سے گزریں اور ہزاروں طریقے مغفرت الٰہی کے اجراء کے ہیں۔اور لاکھوں اعمال ایسے ہیں جن کو حضرت غفور الرحیم پسند کر کے اس شخص پر اپنی مغفرت کا نور چڑھا دیتے ہیں۔ کہیں نماز روزہ،اخلاق پسندیدہ،بزرگوں کو خوش رکھنا، والدین کی اطاعت،خاوند کی فرمانبرداری،یتیموں کی پرورش،صدقہ وخیرات،توبہ واستغفار،تبلیغ،ذکر الٰہی، خشیۃ اللہ اور تقویٰ،خدا تعالیٰ پر امید رکھنا،کبائر سے بچتے رہنا۔بزرگوں کا ادب کرنا،دوسروں کے قصور معاف کرنا،اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا،احسان،بکثرت اور محبت کے ساتھ درود پڑھنا،اخلاص،جہاد،قربانیاں ،تلاوت قرآن مجید وغیرہ۔

''غرض تمام اچھے طریقے بلکہ اور جملہ نیک اعمال مومنوں کے لئے مغفرت کو جذب کرتے ہیں اور بعض دفعہ اس درسگاہ کی نکتہ نوازی ہی انسان کی بخشش کا موجب ہوجاتی ہے۔تیرا پھر کبھی ادھر آنا ہوگا تو باقی مضمون تجھے سناؤں گا۔

غفران کی باتیں ابھی ختم نہیں ہوئی تھیں کہ وہی بڑا دروازہ جس سے ہم میدان محشر میں داخل ہوئے تھے نظر آنے لگا۔اسے دیکھتے ہی جو ربودگی مغفرت الٰہی کے نشہ کی مجھ پر مستولی تھی وہ جاتی رہی اور میں بیدار ہو گیا۔کیا دیکھتا ہوں کہ گھر میں اپنے پلنگ پر کاغذ قلم لئے یہی مضمون لکھ رہا ہوں۔مگر میں نے اپنے پورے ہوش میں صرف یہ آخری فقرہ لکھا کہ: اٰخِرُ دعوانا اَنِ الحمد للہ رب العالمین۔

پاکستان کے معیار کتابت وطباعت کے لحاظ سے بھی دیکھا جاوے تو شعبہ اشاعت نے اس امر کی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔کتاب کا سائز،جلد کا رنگ اور ٹائٹل دیدہ زیب وخوبصورت ہے۔کاش کتابت کے معیار کے متعلق بھی یہی بات کہی جاسکتی۔☆☆

جماعت احمدیہ ساؤتھ افریقہ کے
40ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب وبابرکت انعقاد

(رپورٹ :ظہیر الدین احمد ۔مبلغ ساؤتھ افریقہ)

الحمدللہ کہ جماعت احمدیہ ساؤتھ افریقہ کومورخہ 27-28/مارچ 2004ء بروز ہفتہ اور اتوار اپنا چالیسواں سالانہ جلسہ منعقد کرنے کی توفیق ملی ۔جلسہ کے لئے دوماہ قبل ہی تیاری کا کام شروع کردیا گیا تھا۔ مکرم ابراہیم جمن صاحب کوافسر جلسہ سالانہ مقرر کیا گیا ۔انہوں نے اپنی ٹیم کے ہمراہ نہایت محنت اور جانفشانی سے جلسہ کے تمام انتظامات کئے۔

جلسہ کی ابتدائی تیاری کے ضمن میں دو وقارعمل کئے گئے جس میں مسجد اور ملحقہ علاقہ جہاں لجنہ کے علیحدہ جلسہ کی کارروائی اورتمام کھانوں کا انتظام تھااس جگہ کی صفائی اور تیاری کی گئی ۔ نیز چند جگہوں پر خدام نے وقارعمل کے ذریعہ رنگ وروغن کا کام کیا ۔نوتعمیر شدہ مسجد میں بھی ابھی چند کام تشنہ تکمیل تھے ان کو بھی جلسہ سے قبل مکمل کروایا گیا۔اس میں خصوصی طور پرلجنہ آفس کی تکمیل، وضوکی جگہ اورمہمانوں کے لئے ایک الگ بڑے کمرے کومرمت کرواکے رہائش کے قابل بنایا گیا۔ مورخہ 26/مارچ تک تمام انتظامات مکمل کرلئے گئے ۔اوربیرونی جماعتوں سے مہمان بھی پہنچ چکے تھے جن کی رہائش کا انتظام مشن ہاؤس میں ہی کیا گیا۔

پہلا دن 27/مارچ

صبح ساڑھے دس بجے جلسہ سالانہ کے پہلے دن کے پہلے اجلاس کا آغاز ہوا۔مسجد کے ہال کا مردانہ حصہ مردانہ جلسہ گاہ کے طور پر اور بالائی حصہ زنانہ جلسہ گاہ کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اجلاس اول کی صدارت خاکسارظہیراحمد کھوکھر، نیشنل پریذیڈنٹ و مشنری انچارج نے کی۔

اجلاس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم عمران عبدالعزیز صاحب نے کی۔انگریزی ترجمہ مکرم سعید داروی صاحب نے کیا جس کے بعدحضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام مکرم عدیل احمد صاحب نے پیش کیا۔

خاکسار نے افتتاحی طور پرحضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں جلسہ کی غرض وغایت اورمقاصد بیان کئے ۔اورجلسہ کی مختصر تاریخ بیان کی۔

اجلاس اول کی صدارت مکرم بدرالدین جعفر صاحب نائب نیشنل پریذیڈنٹ نے کی ۔اس میں مزید دوتقاریر ہوئیں ۔پہلی تقریر مکرم زید ابراہیم صاحب کی تھی جنہوں نے جہاد کے متعلق اسلامی نظریہ پیش کیا۔ اورحضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں اس زمانہ کے لحاظ سے اس مضمون کوواضح کیا۔

دوسری تقریر مکرم داؤد صادق آرتھر صاحب مشنری لیسوتھو(Lesotho) نے کی ۔ان کی تقریر کا موضوع آنحضرت ﷺ کی گھریلو زندگی تھا ۔جس میں انہوں نے احسن پیرایہ میں آنحضرت ﷺ کے بے مثال حسن معاشرت کا تذکرہ کیا اورخصوصاً حضورؐ کی ازواج اوران کے عزیزواقارب اوردیگرافراد کے ساتھ حسن سلوک کے واقعات بیان کئے۔

اجلاس دوم:

نماز ظہر وعصر اورکھانے کے بعد 2:30 بجے اجلاس دوم کا آغاز مکرم اعجاز احمد چوہدری صاحب جنرل سیکرٹری جوہانسبرگ جماعت کی صدارت میں شروع ہوا۔تلاوت قرآن کریم مکرم ریان عالم صاحب نے کی جس کا انگریزی ترجمہ مکرم فواد ڈیوڈ صاحب نے کیا۔اس کے بعدمکرم زید ابراہیم صاحب نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا عربی قصیدہ ’’یَاعَیْنَ فَیْضِ اللّٰہِ وَالْعِرْفَانِ‘‘ پیش کیا۔

اس اجلاس میں دوتقاریر ہوئیں ۔پہلی تقریر مکرم عبدالمجید پارگے صاحب کی تھی جس کا موضوع تھا’’ مسیح موعوداورامام مہدی آچکے ہیں‘‘۔آپ نے نہایت مدلل رنگ میں قرآن وحدیث اور بائبل کی پیشگوئیوں سے واضح کیا کہ امام مہدی کا ظہور ہوچکا ہے۔

اس تقریر کا بنیادی مقصد یہی تھا کہ جلسہ میں شامل غیراز جماعت احباب پراس مضمون کوواضح کیا جائے۔ نیز نوجوان نسل بھی اپنی تبلیغ میں ان دلائل کو استعمال کرسکیں۔

دوسری تقریر مکرم ڈاکٹر حماد عاصم صاحب صدر جماعت جوہانسبرگ کی تھی۔ان کی تقریر کا موضوع’’ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی زندگی کے تبلیغی اور گھریلوواقعات‘‘ تھا۔انہوں نے نہایت احسن رنگ میں حضور کی زندگی کے بعض گھریلو واقعات اورتبلیغی واقعات پیش کئے ۔ان میں بچوں اورخادموں اور دیگر عزیزواقارب سے حسن سلوک اورشفقت کے واقعات بیان کئے۔

اس اجلاس کے اختتام پرمجلس سوال وجواب کا انعقاد کیا گیا۔ یہ مجلس سوال وجواب ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی ۔اس کے بعد نماز مغرب وعشاء ادا کی گئی اورحاضرین کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔

دوسرا دن 28/مارچ

28/مارچ کو جلسہ کا دوسرا دن تھا جس کا آغاز نمازتہجد سے کیا گیا ۔مکرم داؤد صادق صاحب مبلغ لیسوتھو نے نمازتہجد پڑھائی۔ اورنماز فجر کے بعد مکرم عباس بن سلیمان صاحب نے درس قرآن دیا۔

اختتامی اجلاس

10:30 بجے اختتامی اجلاس کا آغاز خاکسار کی صدارت میں ہوا۔ تلاوت قرآن کریم اوراس کے انگریزی ترجمہ کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کامنظوم کلام پیش کیا گیا۔

اس اجلاس میں تین تقاریر ہوئیں ۔پہلی تقریر مکرم عباس بن سلیمان صاحب کی تھی جن کا موضوع ’’وقت کی دواہم ضرورتیں ۔تبلیغ اورتربیت‘‘ تھا۔آپ نے نہایت مؤثر رنگ میں آنحضرت ﷺ اورحضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی زندگی کے واقعات پیش کرکے اپنے مضمون کوواضح کیا۔

دوسری تقریر مکرم حسین جعفر صاحب کی تھی جس کا موضوع’’ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا دور خلافت‘‘ چونکہ یہ جلسہ حضورؒ کی وفات کے بعد پہلا جلسہ تھااس پہلو سے حضور کی یاداوراس عظیم دورکی چند جھلکیاں پیش کی گئیں۔

اجلاس کے اختتام پرخاکسار نے اختتامی تقریر کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی چند نصائح احباب جماعت کی خدمت میں پیش کیں اوراحباب جماعت کوتبلیغ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یاددلایا کہ جونعمت آپ حاصل کرچکے ہیں یہ دوسروں تک پہنچائیں۔

نیز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام ’’اطعموا الجائع والمعتر‘‘ کاپس منظر بیان کرتے ہوئے جلسہ سالانہ کے مہمانوں کی اہمیت بیان کی کہ کس طرح ان مہمانوں پر خدا کے پیار کی نظر ہے ۔اس الہام کے وقت جلسہ میں شریک چندمہمانوں کی خدمت میں کھانا پیش نہ ہوسکا تو اللہ تعالیٰ نے حضورکوالہاماً یہ اطلاع دی تو حضور نے فوری طور پران کے کھانے کا بندوبست فرمایا۔

آخر پرتمام مہمانوں کاشکریہ ادا کیا جواس جلسہ میں شامل ہوئے ۔اسی طرح افسر جلسہ سالانہ کا بھی شکریہ ادا کیا جنہوں نے نہایت محنت اورجانفشانی سے اس جلسہ کے تمام پروگرامز کوکامیاب کرنے میں تعاون کیا اوران کے لئے احباب جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔

اس طرح ساؤتھ افریقہ کا چالیسواں جلسہ سالانہ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔الحمدللہ۔اس جلسہ میں 9ممالک سے تعلق رکھنے والے 130 افراد نے شرکت کی۔

نکاح کی اہمیت

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

’’پس نکاح ان معاملات میں سے ہے کہ جن کی ابتداء تو خوشی سے ہوتی ہے مگر انتہاء کا کسی کوعلم نہیں ہوتا اورنہیں جانتے کہ اس کے کیسے ثمرات پیدا ہوں گے۔ عام لوگ نکاح کی اہمیت سے واقف نہیں ہوتے حالانکہ نکاح ایک عمارت ہے جس میں عظیم الشان دنیا آباد ہوتی ہے۔اس وقت سوا ارب دنیا کی آبادی بتائی جاتی ہے۔چندسوسال قبل دنیا کی جتنی آبادی تھی آج اتنی صرف ابراہیمؑ کی نسل دنیا میں موجود ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ ایک آدمی کی نسل سے ایک دنیا بن جاتی ہے۔اس لئے یہ معاملہ چھوٹا معاملہ نہیں بلکہ بڑا اہم معاملہ ہے۔اس لئے بڑے فکر، بڑی خشیت اور بڑی دعاؤں کی ضرورت ہے۔اسی لئے رسول کریم ﷺ نے اس موقع کے لئے قرآن کریم کی ان آیتوں کومنتخب کیا ہے جن میں بار بار تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے۔خوشی ایک ایسی چیز ہے جواپنی ذات میں خوبصورت ہے اورکم لوگ ہیں جوخوشی میں خدا کو یادرکھتے ہیں۔رنج میں تو خدایاد آہی جاتا ہے۔پس چونکہ شادی بھی ایک ایسا معاملہ ہے جو دنیا میں خوشی کا معاملہ ہے اورسوائے دنیا کے ایک جزیرہ کے باقی تمام ممالک میں اس موقع پرخوشی کا اظہار کیا جاتا ہے۔اسی لئے قرآن میں تقویٰ اللہ پرزور دیا گیا ہے اور بار بار توجہ دلائی گئی ہے کہ خدا پر بھروسہ کرنا چاہئے اوراسی سے دعائیں کرنی چاہئیں کہ خدایا اس کے اچھے نتائج پیدا ہوں اوریہ کام تیری مرضی کے مطابق ہو‘‘۔(الفضل ۸/مارچ ۱۹۲۰ء صفحہ ۲)

KENWRIGHT & LYNCH SOLICITORS
& COMMISSIONERS FOR OATHS

Our legal advice includes:

Immigration, Asylum , Nationality ,Work Permits, Business Visas, ECO matters & Appeals, Conveyancing, Landlord & Tenants, Family & Ancillary matters, Employment

Contact:

Muzaffar Mansoor, Solicitor & Expert Witness Asylum Cases

Robyn Lynch, Martin Chambers Solicitors.

2 Mitcham Road Tooting Broadway London SW17 0TF

Tel: 020 8767 1211 Fax: 020 8672 0486.

Freephone: 0800 716929

Email: Kenwrightlynch@legaleys.fsnet.co.uk

LEGAL AID FRANCHISE

BELA BOUTIQUE

ہرموسم اورموقع کے لئے زنانہ ملبوسات ، فینسی سینڈلز،

مردانہ سوٹ، اچکن، پرنس سوٹ اورکھلا کپڑا

اس کے علاوہ کپڑوں کی سلائی اورمرمت Anderung کا مکمل انتظام ہے

Kaiser Str. 64 (Kaiserpassage-Laden 31-33) 60329 Frankfurt (Germany)

Tel: 069-24279400 - e:mail- BELAboutique@aol.com

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ براہ کرم خطوط میں مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

"الفضل ڈائجسٹ" کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

محترم شیخ محبوب عالم صاحب خالد

روزنامہ "الفضل" ربوہ 10/مارچ 2004ء میں مکرم ناصر احمد خالد صاحب اپنے والد محترم پروفیسر محبوب عالم خالد صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ مجلس خدام الاحمدیہ کے بانی ممبر اور پہلے منتخب جنرل سیکرٹری تھے۔ مجلس خدام الاحمدیہ کی تاسیس سے متعلق آپ فرماتے ہیں:

"20 جنوری 1938ء کی شام کو جامعہ احمدیہ سے فارغ ہو کر جب گھر پہنچا تو دفتر پرائیویٹ سیکرٹری کا ایک کارندہ یہ پیغام لے کر گھر آیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے یاد فرمایا ہے۔ جب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضور نے مجھے شیخ عبد الرحمان صاحب مصری کے شائع کردہ ٹریکٹ دئے اور فرمایا ان کا جواب لکھو۔ دارالمجاہدین میں جاؤ اور واقفین کو ساتھ لے لو۔ اور چاہو تو جامعہ سے بھی۔ صف اوّل کے علماء سے کام نہیں لینا صرف مولوی قمر دین صاحب اور مولوی ظہور حسین صاحب کو ساتھ رکھو اور کام شروع کر دو۔ اگر کسی کتاب کی ضرورت ہو تو میں اپنی ذاتی لائبریری سے دیدوں گا۔ خیر یہ ٹریکٹ لے لئے۔ اور کھانا کھائے بغیر واقفین کو ساتھ لے کر کام شروع کر دیا۔ پھر ایک دن حضورؓ نے فرمایا کہ اجلاس کر کے عہدیداران کا انتخاب کر لو۔ چنانچہ 31 جنوری 1938ء کو میری دعوت پر میری رہائش گاہ "مبارک منزل" میں دس نوجوان جمع ہوئے جنہوں نے احمدیت کی ترقی اور خلافت کی تائید میں کوشاں رہنے کا عزم کیا۔ جب میں نے انتخاب کی رپورٹ پیش کی تو حضورؓ نے پیڈ سے ایک کاغذ لیا جو کہ نیلے رنگ کا لکیر دار تھا۔ اور اس پر اپنی قلم سے "خدام الاحمدیہ" تحریر فرمایا اور 4 فروری 1938ء کی تاریخ رقم فرمائی۔

مضمون نگار رقمطراز ہیں کہ میں نے والد صاحب کو ساری عمر سخت محنت اور مشقت سے کام کرتے دیکھا۔ دبلے پتلے، کمزور جسم، مختلف عوارض میں گھرے ہوئے، معمر ہونے کے باوجود زبردست یادداشت اور زبردست قوت ارادی۔ فرماتے تھے "میں تو وقف زندگی ہوں اور واقف زندگی کی زندگی میں آرام اور چھٹی کا کوئی تصور نہیں"۔

1959ء میں جب ہمارے دادا کی وفات ہوئی تو تدفین سے فارغ ہو کر دفتر میں جا بیٹھے۔ پھر دوستوں کے سمجھانے پر کہ لوگ گھر میں تعزیت کے لئے آرہے ہیں، آپ گھر آگئے۔

لمبا عرصہ تک آپ سندھ اور پنجاب کے دُوردراز قصبوں میں تین تین بسیں بدل کر اور کھڑے ہو کر سفر کرتے رہے۔ اس عرصہ میں آپ ناظر مال ہونے کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کار دی۔ لیکن دس بارہ سال قبل جب پٹرول کی قیمت میں اضافہ ہوا تو آپ نے کار کی بجائے سائیکل پر گھر سے دفتر جانا شروع کر دیا۔ اس پر ڈاکٹر صاحبان نے آپ کو نرمی سے ایسا کرنے سے منع کیا۔ زندگی بہت سادہ تھی اور غذا بھی برائے نام اور بہت سادہ۔ ایک بار فرمایا کہ "میری زندگی میں دو ہی اصول ہیں۔ سادگی اور پابندیٔ وقت"۔

آپ نے 1936ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے آنرز کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بی ٹی (B.Ed)، ناگپور سے ایم اے عربی اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اردو کے امتحانات پاس کئے۔ آپ کی حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے خلافت سے قبل بھی بہت دوستی اور بے تکلفی تھی۔ اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے قادیان میں آپ کو حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کا بھائی بنا دیا تھا۔

جب آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے تو دن کے گیارہ بجے بیت المال کے دفتر سے اٹھ کر دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں چلے جاتے۔ ایک دن میں آپ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ قرآن شریف کی تلاوت میں مصروف تھے۔ ساڑھے گیارہ بج گئے تو میں نے حیرانگی سے دریافت کیا کہ "آج آپ نے حضورؒ کی خدمت میں نہیں جانا؟" آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اگلے دن اخبارات سے مجھے علم ہوا کہ اُس وقت حضورؒ کی "واقعہ ربوہ" کے سلسلہ میں لاہور ہائی کورٹ کے جج مسٹر کے۔ ایم صمدانی کے چیمبر میں شہادت تھی۔

اسی طرح ایک جماعتی عہدیدار نے حضورؒ کے کسی پروگرام کے متعلق آپ سے پوچھا تو جواب دیا کہ "بندہ تو حضور کا پرائیویٹ سیکرٹری ہے"۔ لفظ پرائیویٹ پر زور دے کر کہا۔ آپ کو خود کو نمایاں کرنے اور اپنے متعلق بتانے سے بہت عار تھا۔

ایک دفعہ میں نے آپ کے بستر کی چادر ٹھیک کرنے کے لئے تکیہ اٹھایا تو اس کے نیچے تین چار صفحوں پر مشتمل بہت سے ناموں کی لمبی لسٹ تھی۔ معلوم ہوا کہ جو دوست بھی دعا کے لئے کہتے ہیں، اُن کا نام نوٹ کر لیتے ہیں اور رات کو نام بنام اُن کے لئے دعا کرتے ہیں۔

21/اکتوبر 2003ء کو جب آپ ہسپتال میں IC Unit میں داخل تھے، ڈرپ لگی ہوئی تھی اور سانس لینے کے لئے آکسیجن مشین ان کا بلڈ پریشر اور دل کی حرکت کو مانیٹر کر رہی تھی۔ تو دفتر کا آدمی ضروری کاغذات لے کر آگیا اور آپ نے ضروری معلومات حاصل کر کے سب پر دستخط کر دئے۔ اور آخری علالت میں بھی یہی ان کا معمول تھا۔

محترم سیّد محمد شاہ سیفی صاحب

ماہنامہ "مشکوٰۃ" قادیان اپریل ۲۰۰۴ء میں مکرم ڈاکٹر سیّد بشارت احمد شاہ نے اپنے والد محترم سید محمد شاہ صاحب سیفی کا ذکر خیر کیا ہے۔

آپ رقمطراز ہیں کہ میرے دادا حضرت سیّد سیف اللہ شاہ صاحبؓ پیرومرشد تھے مگر اوائل عمر میں ہی حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرلی۔ اُن کی پیدائش 1299ھ میں ہوئی۔ بچپن سے اُن کی آرزو تھی کہ کوئی کامل پیر مل جائے۔ اس کے لئے بکثرت دعائیں بھی کرتے۔ قریباً بارہ سال کی عمر تھی کہ خواب میں رسول کریم ﷺ کی زیارت کی اور یہ ظاہر کیا گیا کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی رسول کریم ﷺ کے بروز اور خادم ہیں۔ اُن کے والد سیّد اسداللہ شاہ صاحب ہر سال پنجاب میں مریدوں کے پاس دورہ پر جایا کرتے تھے۔ واپسی پر وہاں کے حالات بتاتے تھے۔ یہ بھی ذکر کرتے تھے کہ قادیان نامی گاؤں میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور آریوں اور عیسائیوں کو مناظروں میں لاجواب کرتے ہیں اور مستجاب الدعوات بھی ہیں اور پیشگوئی بھی بہت کرتے ہیں جو پوری بھی ہوتی ہیں۔ ان باتوں کا سید سیف اللہ شاہ صاحب کے دل پر بہت اثر ہوتا تھا۔ پھر ان کو کچھ لٹریچر بھی حضورؑ کا ملا جو بغور پڑھا۔ کئی بار پنجاب جانے کا موقع ملا۔ لیکن بیعت کرنی میسّر نہ ہوتی تھی۔ ہاں خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ آپ کے والد آپکے اصرار کے باوجود آپ کو قادیان نہ لے کر جاتے تھے۔ آخر 1313ھ میں آپ نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں بیعت کے لئے خط روانہ کیا۔ پھر والد صاحب کی وفات کے بعد 1908ء میں لاہور گئے جہاں حضورؑ اُن دنوں قیام فرما تھے۔ چہرہ مبارک پر نظر پڑتے ہی یقین ہو گیا کہ حضورؑ سچے ہیں۔ اس کے بعد حضورؑ نے فرمایا کہ بیعت کرنے والے آگے آجائیں۔ تو آپ نے دیگر دو آدمیوں کے ساتھ بیعت کی۔ آپؓ کی وفات 1957ء میں ہوئی۔ ان کی اولاد میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ آپؓ کا سلسلہ حضرت علیؓ سے ۴۵ویں پشت پر جا کر ملتا ہے۔

آپؓ کے ایک بیٹے محترم سیّد محمد شاہ صاحب مضمون نگار کے والد تھے۔ آپ کو بوجہ احمدی ہونے کے کافی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ کئی بار مقدمات میں پھنسائے گئے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل اور خلیفۂ وقت کی دعاؤں سے ہمیشہ کامیابی ملی۔ آپ کا شمار اہلِ قلم میں ہوتا ہے۔

جون 1951ء میں آپ نے "کشتی نوح" میں مندرج تعلیم اور دس شرائط بیعت کا بزبانِ کشمیری الموسوم "دعوتِ عمل" منظوم ترجمہ کیا۔ نیز کتاب "الملک الباب والبہا" کے بھی مصنف ہیں۔ آپ بچپن ہی سے ایک باعمل، دیندار اور دین اسلام کے سچے اور حقیقی علمبردار تھے۔ دنیوی علوم کے ساتھ ساتھ دینی علوم پر کافی عبور تھا۔ نڈر داعی اللہ بھی تھے۔ ہزاروں لوگوں تک احمدیت کا پیغام پہنچایا اور درجنوں آپ کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوئے۔

قصبہ بیج بہاڑہ میں آپ کی شدید مخالفت ہوتی رہی، بائیکاٹ بھی کیا گیا، قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور مکان پر بھی حملہ کیا گیا۔ مگر آپ ہر موقعہ پر ثابت قدم رہے۔ 1953ء میں بھی آپ کو قتل کرنے کی سازش کی گئی جو قبل از وقت ظاہر ہو گئی تو سازش کرنے والے شخص نے اس سازش کا سرے سے ہی انکار کر دیا۔ تب آپ نے دعا کی کہ خدا تعالیٰ جھوٹے کو سزا دے اور اس کی گرفت کرے۔ چنانچہ اگلے ہی روز وہ شخص اپنے پاگل بھائی کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ اسی طرح 1979ء میں بھی ایک جلوس کے ذریعہ آپ پر حملہ ہوا اور قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچالیا۔

آپ فارسی اردو اور کشمیری زبان کے قادرالکلام شاعر تھے۔ عربی اور پنجابی میں بھی شعر کہتے تھے۔ آپ کا کلام کئی اخبارات و رسائل کی زینت بنتا رہا۔

14/اکتوبر 1984ء کو سرینگر میں ایک حادثہ کے نتیجہ میں آپ کی وفات ہوئی۔ اس موقعہ پر کئی اخبارات نے موصوف کی علمی و ادبی خدمات کو سراہتے ہوئے آپ کی علمی قابلیت کو اجاگر کیا۔ مثلاً کشمیر ٹائمز، ڈیلی ٹیلی گراف، ٹربیون، ہند سماچار، سرینگر ٹائمز، آفتاب، ہلال وغیرہ۔

بوجہ موصی ہونے کے تدفین بہشتی مقبرہ قادیان میں عمل میں آئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی ازراہِ شفقت لندن میں آپ کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھائی۔

اعزاز

☆ مکرمہ مریم صدیقہ صاحبہ نے گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور سے ایم۔ ایس۔ سی (باٹنی) میں اوّل آکر طلائی تمغہ حاصل کیا ہے۔

روزنامہ "الفضل" ربوہ ۵/مارچ ۲۰۰۴ء میں شامل اشاعت مکرم سلیم شاہجہانپوری صاحب کی نظم "ہدیۂ تشکر" سے چند اشعار پیش ہیں:

نگاہِ لطف و کرم کا فقط کرشمہ ہے
وگرنہ کیا ہوں مَیں اور کیا ہے شاعری میری
کسی کے در پہ مَیں دھونی رمائے بیٹھا ہوں
شہنشہی سے فزوں ہے قلندری میری
خدا نمائی کے پیکر میں ڈھل گئی آخر
بنی ہے نور سعادت خود آگہی میری
خدا نے مجھ کو عطا کی ہے فقر کی دولت
بڑے سکون سے کٹتی ہے زندگی میری

Al Fazl International Weekly,

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 11 | Friday August 27, 2004 | Issue No. 35

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاهد۔ مؤرخ احمدیت

انیسویں صدی سے براعظم ایشیا بالخصوص برصغیر میں نہایت وسیع پیمانے پر القاب ومناصب سازی کی ’’فیکٹریاں‘‘ زورشور سے جاری ہیں جن کی تیارشدہ ’’مصنوعات‘‘ کے چندنمونے ظرافت وعبرت کے مخلوط جذبات کے ساتھ پیش خدمت ہیں:

مذہب عشق کا خدا (اقبالؔ)

تُوؔ ہے دین خودی کا پیغمبر
مذہب عشق کا خدا تو ہے

(مقالات یوم اقبال پبلشر قومی کتب خانہ۔ ریلوے روڈ لاہور1948ء)

❁❁❁❁❁❁

امن وعافیت کے پیغمبر (کارل مارکس)

علامہ سرمحمد اقبال شاعر مشرق کا برٹرینڈ رسل اور کارل مارکس بانی سوشلزم کی شان میں قصیدہ:۔

مجلس اقوام یہ حیلہ جو یہ چارہ ساز
خوف سے تب بھی سمٹ جاتے ہیں سن کر تیرانام
اے رسل اے امن وعافیت کے پیغمبر سلام
نیست پیغمبر ولیکن در بغل دارد کتاب
پیروان اہرمن کھاتے ہیں تجھ پر پیچ و تاب

(روزنامہ مشرق 20/ فروری1960ء صفحہ 5)

❁❁❁❁❁❁

بانیٔ اسلام کا ثانی

مولوی محمود الحسن اسیر مالٹا کے مرثیہ بروفات رشید گنگوہی کا ایک شعر۔ پورا مرثیہ مکتبہ قاسمیہ لاہور نے شائع کردیا ہے ۔

زبان پر اہل اہوا کی ہے کیوں اُعْلُ ہُبُل،شاید
اٹھا ہے عالم سے کوئی بانیٔ اسلام کا ثانی

❁❁❁❁❁❁

نزول عیسیٰ پنڈت نہرو کی شکل میں

’’اشتہار، جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ثبوت‘‘۔(ازقلم جناب شفیق احمد ساکن ساہواڑی ڈاکخانہ باغبانپورہ لاہور)

’’یہ گناہگار جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جانتا ہے، پہچانتا ہے لیکن افسوس غریب ہونے کی وجہ سے وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ وہ ہستی آپ کے سامنے موجود ہے ۔بعض حضرات تو رات دن اُن کو ملتے ہیں لیکن افسوس پہچان نہیں سکتے۔ وہ علی الاعلان پکار پکار کر کہہ رہا ہے ....مَیں لا مذہب ہوں، میرا کوئی مذہب نہیں ۔ یہاں لکڑی کی سیڑھی کام نہیں آئے گی، یہاں توحید کی سیڑھی پیش کرو،کلمہ طیبہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا کر اپنے حبیب کا امتی بنالو اور بعض حضرات پیشگوئی بھی کر چکے ہیں کہ وہ اسلام قبول کرجائے گا۔

دنیا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو وہ کون سی ہستی ہے، کس مینار پر بیٹھ کر پکار رہی ہے ۔آپ سمجھ تو گئے ہوں گے تو بندہ ببانگ دہل اعلان کرتا ہے کہ وہ ہستی جناب پنڈت جواہر لال نہرو کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ نہرو کسی وقت نہرو تھا۔ اب نہیں ۔ نہرو کا تبادلہ ہو چکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی کے ہم شکل تھے۔ یہی حق کی آواز ہے‘‘۔

نوٹ: اصل اشتہار جو قیام پاکستان سے قبل شائع ہوا تھا۔خاکسار کے ریکارڈ میں موجود ہے)

❁❁❁❁❁❁

موسیٰ ٔ وقت۔ (مہاتما گاندھی)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری امیر شریعت لاہور کا عدالتی بیان:’’ بلاتشبیہ اور بے تمثیل مہاتما کا میم اور موسیٰ کا میم برابر ہے ہر فرمونے راموسیٰ‘‘۔

(مقدمات امیر شریعت صفحہ 27 ۔ناشر مکتبہ احرار اسلام ملتان ۔اشاعت1969ء)

❁❁❁❁❁❁

پیغمبر جمہوریت۔ (ائرمارشل اصغرخان)

م۔ش کی ڈائری سے ایک دلچسپ اقتباس:

’’مَیں نے جب اگلے روز اخبارات میں ائرمارشل اصغرخان کی لاہور کی اس پریس کانفرنس کی روئے داد پڑھی جس میں انہوں نے حکومت بدلنے کے لئے بیلٹ (Ballet) کی بجائے بُلٹ(Bullet) کا ذکر کیا تھا تو مَیں نے معاً کہا کہ جمہوریت کا پیغمبر اپنا مقام بھول گیا ہے۔ اور جب پیغمبر گمراہ ہوجائے تو آدمی استغفار پڑھنے کے سوا کیا کر سکتا ہے‘‘۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ 3مئی1973ء صفحہ 2 کالم 6)

❁❁❁❁❁❁

رحمۃ للعالمین (عطاءاللہ شاہ بخاری)

وَکنتَ من الرحیم علی بسیط
عطاءً رحمۃ للعالمینا

(ترجمان اسلام لاہور ۔15/ ستمبر1961ء صفحہ 1)

یہ شعر دیوبندی عالم مولوی محمد موسیٰ کے اس مرثیہ کا ’’مطلع‘‘ ہے جو انہوں نے اپنی شریعت کے امیر سید عطاءاللہ شاہ بخاری کی وفات پر تحریر فرمایا تھا۔

❁❁❁❁❁❁

ہادی وکلیم ختم نبوت (یوسف بنّوری)

نام نہاد مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے ترجمان ’’البلاغ‘‘ ذیقعدہ1394ھ صفحہ 47 پر یوسف بنوری کی وفات1974ء پرحسب ذیل فقروں سے تاریخ سال وفات نکالی۔

’’مولانا محمد یوسف کلیم ختم نبوت‘‘۔
مولانا محمد یوسف کامیاب وہادی ختم نبوت‘‘۔

❁❁❁❁❁❁

ملت کا مسیحا (بھٹو)

ملّت کا مسیحا ذوالفقار علی بھٹو
اب بھی ہے قائد جو نہ مانے کافر
یہ فیصلہ ملت کا ہے اختر نے لکھا ہے
اس کو بھی غلط کوئی اگر مانے کافر

(رسالہ انجمن اتحاد المسلمین حویلی ساہیوال صفحہ 1 ۔مرتبہ محمد علی اختر الاختر حویلی ساہیوال)

❁❁❁❁❁❁

خدا کا فرستادہ رجل عظیم (بھٹو)

ابوظبی کے کثیر الاشاعت روزنامہ الاتحاد نے اپنی 11/ ستمبر1973ء کی اشاعت میں صفحہ 3 پر بھٹو کی عدیم المثال شان پر روشنی ڈالتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ:

’’القادم الینا الیوم زعیم من الزعماء الذین یبعث اللہ لھم الی الامم عندما تشتد المحن و تتکاثف الیاس۔ وذوالفقار علی بوتو واحد من ھؤلاء الرجال العظیم القلائل فی تاریخ کل الامر‘‘۔

یعنی اللہ تعالیٰ شدت ، مصیبت اور مایوسی کی تاریکیوں کے چھا جانے کے وقت اپنے زعماء میں سے کسی برگزیدہ کو امتوں کی طرف مبعوث کرتا رہا ہے اور ذوالفقار علی بھٹو ان یگانہ روزگار عظیم ہستیوں میں سے ہیں جو ہر امت کی تاریخ میں ظاہر ہوئیں۔

❁❁❁❁❁❁

اقوام مشرق ومغرب کا منجی (بھٹو)

پاکستان کے مایہ ناز اہل قلم اور دانشور جناب رشید احمد اختر ندوی (ولادت 1915ء ۔وفات 21/ جولائی1992ء) نے دسمبر1974ء میں (جبکہ بھٹو صاحب پاکستانی احمدیوں کو ناٹ مسلم قرار دینے کے بعد اپنے مستقل اقتدار کے خواب دیکھ رہے تھے) بھٹو صاحب کی ضخیم سوانح حیات جلد اول شائع کی جو 795 صفحات پر مشتمل تھی۔ جناب اختر ندوی نے اس کتاب میں بھٹو سے بے پناہ عقیدت کو غلو کی انتہا تک پہنچا کر لکھا:’’میرے نزدیک ذوالفقار علی بھٹو نے جون1966ء کے بعد اس ملت کے احیاء کے سلسلہ میں وہی خدمات انجام دی ہیں جو جناب محمد بن قاسم، موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد، نورالدین زنگی، حضرت صلاح الدین ایوبی اور آخری وقت میں حضرت اورنگ زیب عالمگیر اور حیدرعلی نے سرانجام دی تھیں‘‘۔

(صفحہ 7)

نیز لکھا:’’جس دن ذوالفقار علی بھٹو المرتضٰی میں پیدا ہوئے ان کی پیدائش سے اس خطہ کو پورے پاکستان کی وسعتیں نصیب ہوگئیں اور اس نے قومی تاریخ میں وہی مقام حاصل کرلیا جو رہنمایان عالم اور نجات دہندگان اقوام شرق وغرب کے مولدوں کو ملا ہے‘‘۔ (صفحہ125)

’’اے اللہ! انہیں عمر نوح اور خضر سے نواز کہ وہ اس ملت بیمار کے جسم پر مسلط ہر بیماری کے علاج کی مہلت پاسکیں‘‘۔(صفحہ15)

❁❁❁❁❁❁

ظہور مہدی موعود کے خلاف ناکام سازش

چونکہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں اور علامات کے مطابق موعود اقوام عالم یعنی امام مہدی کا ظہور ہو چکا تھا۔ مگر علماء زمانہ اور ان کے پرستار مدت سے ان کا انکار کرتے آرہے تھے۔ اس لئے 19/ دسمبر1902ء کو حضرت مسیح موعود ومہدی مسعود نے پیشگوئی فرمائی کہ اسلام کے نام لیوا اور ان کے مذہبی راہنما مسیح اور مہدی کا ذکر ہی چھوڑ دیں گے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 586)

پس یہ سب جعلی القاب ومناصب آنحضرت ﷺ کے امام مہدی کے خلاف ایک ناکام سازش تھی جس کی ناکامی کی نسبت حضرت اقدس نے جماعت احمدیہ کے قیام سے بھی چھ سال قبل بذریعہ الہام خبر دی کہ: ’’خداوند کریم ان سب دوستوں کو جو اس عاجز کے طریق پر قدم ماریں بہت سی برکتیں دے گا اور ان کو دوسرے طریقوں کے لوگوں پر غلبہ بخشے گا اور یہ غلبہ قیامت تک رہے گا اور اس عاجز کے بعد کوئی مقبول ایسا آنے والا نہیں کہ جو اس طریق کے مخالف قدم مارے اور جو مخالف قدم مارے گا اس کو خدا تباہ کرے گا۔ اس کے سلسلہ کو پائیداری نہیں ہوگی ۔ یہ خدا کی طرف سے وعدہ ہے جو ہرگز تخلف نہیں کرے گا‘‘۔

(مکتوب 12/ جون 1883ء ۔مکتوبات احمدیہ جلد اول صفحہ24)

❁❁❁❁

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَ سَحِّقْھُمْ تَسْحِیقاً

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے۔